◆

ریناڈکسن اپنے بھائیوں کے لئے بے حد پریشان تھی۔ وہ تین دن سے غائب تھے۔ رینا ان کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں رہی تھی۔ ان کی شخصیتیں متوازن نہیں تھیں۔! جس کے لئے وہ ہمیشہ اپنے باپ کو الزام دیتی رہی تھی۔

یہ لوگ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔! باپ وکیل تھا اور ہندو فلسفے کا شیدائی! اپنے گھر کو اس نے دھواں دھار بنا رکھا تھا۔ ہر طرف بخوردانوں میں خوشبویات سلگتی رہتیں! فرصت کے اوقات میں گھر والوں کو اکٹھا کرتا اور ہندو فلسفے پر لیکچر شروع کر دیتا۔

بیٹوں کو زراعت کی طرف لگانے والا بھی وہی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دنیا میں زراعت سے زیادہ متبرک اور کوئی پیشہ نہیں....!

حقیقتاً بیٹوں کو زراعت سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن ان کی تربیت اس ڈھنگ سے ہوئی تھی کہ وہ باپ کا حکم نہیں ٹال سکتے تھے کم از کم اس کے سامنے تو اس کے فرمانبردار ہی بنے رہتے تھے۔! یہ اور بات ہے کہ گھر سے قدم نکالتے ہی وہ قطعی بھول جاتے ہوں کہ انہیں باپ کی نصیحت کے مطابق اُسترے کی دھار سے گزر کر نردان حاصل کرنا ہے۔!

انہوں نے زرعی اداروں میں تعلیم حاصل کی.... ڈگریاں لیں۔ کچھ دنوں اپنے ملک ہی کی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد اپنی حکومت ہی کی طرف سے ترقی پذیر ممالک میں بھیجے جانے لگے تاکہ اُن کی زرعی اسکیموں کو پایہ تکمیل پہنچانے میں معاونت کریں۔

رینا کو یقین تھا کہ وہ جو کچھ بھی نظر آتے ہیں حقیقتاً وہ نہیں ہیں۔! وہ مقامی آدمیوں کے ساتھ انہیں اخلاق سے پیش آتے دیکھتی اور وہ جب چلے جاتے تو ان کا مضحکہ اڑاتے اور انہیں گالیوں دیتے۔!

رینا اس پر اعتراض کرتی تو جھنجھلا کر اُسے بھی بُرا بھلا کہنے لگتے۔! وہ خاموش ہو جاتی۔ اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ اُن دونوں سے محبت بھی تو کرتی تھی۔

سریت پسندی اُن تینوں کی مشترکہ خصوصیت تھی۔ لہٰذا جب اُسے معلوم ہوا تھا کہ وہ تینوں اس ملک میں اپنے ملک کے مفاد کے لئے کچھ کام چوری چھپے بھی کریں گے تو اُسے بڑی خوشی ہوتی تھی۔

سری ادب سے بھی اُسے بہت لگاؤ تھا اسرار و سراغ کی بے شمار کہانیاں اس نے پڑھی تھیں۔

یہاں آکر اسے معلوم ہوا تھا کہ اپنے ملک کے مفاد کے لئے جو کام چوری چھپے انجام دینا ہے اُس کے احکامات انہیں "اے ون" نامی شخصیت سے ملیں گے۔

اُس پر اُس نے اپنے بھائیوں جیری ڈکسن اور جرمی ڈکسن سے کہا تھا کہ "یہ سب کچھ تو بہت سنسنی خیز ہے۔! بس مزہ ہی آجائے گا۔!"

"مگر تم تو بہت نیک ہو!" جیری بولا۔ "نروان حاصل کرنا چاہتی ہو۔ یہ سب کچھ کیسے کر سکو گی۔!"

"اپنے ملک کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے.... کچھ گھٹیا کام بھی کرنے پڑیں۔!"

"ملک کے لئے سب کچھ گوارہ ہے۔!"

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک اسے کوئی گھٹیا کام نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے سپرد صرف اتنی خدمت تھی کہ وہ روزانہ شام کو چھ بجے اپنے ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کر دیتی تھی۔ اگر اے ون کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر اُس کی آواز سنتی اور بھائیوں کے لئے اس کا پیغام نوٹ کر لیتی۔

مگر یہ عجیب بات تھی کہ جب سے اُس کے بھائی غائب ہوئے تھے اے ون کی طرف سے اسے کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔

اس وقت بھی وہ ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کئے بیٹھی تھی۔! چھ بج کر دس منٹ ہو چکے تھے اور آج پھر وہ مایوس ہی ہو جانے والی تھی کہ ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔

"ہیلو.... آرڈی.... آرڈی....!"

"اٹ از آرڈی.... ہیلو....!"

"اوور ٹو اے ون....!" ٹرانس میٹر سے آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔ پھر تھوڑے وقفے سے آواز آئی "ہیلو.... آرڈی....!"

”ہیلو.... چیف....!“

”جرمی اور جمی سے کہہ دو کہ آج ٹھیک بارہ بجے۔ !“

”وہ تین دن سے لاپتہ ہیں چیف....!“

”لاپتہ ہیں....؟“

”لاپتہ ہیں چیف اور میں بہت پریشان ہوں۔ !“

”کوئی خاص بات تھی....!“

”آپ نے جن دو آدمیوں کو کہیں پہنچانے کے لئے کہا تھا میری دانست میں وہی میرے بھائیوں کے غائب ہو جانے کا سبب بنے ہیں۔ !“

”تم اس رات کہاں تھیں....؟“

”میں سر شام ہی سو گئی تھی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ !“

”اچھا... جرمی کا کیمرہ تلاش کرو۔ اگر اس میں کوئی رول موجود ہو تو اُسے فی الفور ڈیولپ کر ڈالو!“

”جرمی کا کیمرہ....؟ وہ اس کے کمرے میں موجود ہے۔ !“ ریتا نے پُر تحیر لہجے میں کہا۔ ”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔ !“

”جرمی ہر اُس اجنبی کی تصویر لینے کا عادی ہے جو کسی طرح بھی اس کے قریب آیا ہو۔ !“

”اوہ....!“

”مجھے یقین ہے کہ اس نے ان دونوں کی تصاویر بھی لی ہوں گی۔ !“

”اوہ.... تو میرا خیال صحیح تھا کہ وہی دونوں اُن کے غائب ہو جانے کا سبب بنے ہیں۔ !“

”جلدی کرو... میں تمہارے پیغام کا منتظر رہوں گا.... اوور....!“ ریتا نے سوئچ آف کر دیا۔

جرمی کا کیمرہ لوڈڈ تھا۔ وہ اُسے ڈارک روم میں لائی اور اُسمیں سے رول نکال کر ڈیولپ کرنے لگی۔

اس رول میں صرف تین تصویریں نظر آئیں.... بقیہ فریم ایکسپوز ہی نہیں کئے گئے تھے۔

رول کو خشک کر کے اس نے جلدی جلدی تصویروں کے پوزیٹو پرنٹس بھی نکالے۔

ان میں سے ایک تصویر ڈاکٹر کی تھی اور ایک اُس کے گوریلا نما اسسٹنٹ کی۔ تیسری تصویر کسی ایسے آدمی کی تھی جو اس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے پھر ٹرانس میٹر کا سوئچ آن کیا اور بولی۔ ”ہیلو اے ون.... اے ون.... اٹ از آرڈی....!“

”ہیلو....!“ ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”آرڈی.... کیا رہا....؟“

”آپ کا خیال درست تھا.... رول میں دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ میں نے دونوں کے پرنٹ نکال لئے ہیں۔ !“

”شاباش.... تم بہت ذہین اور پھرتیلی لڑکی ہو! اب ان تصویروں کو لفافے میں رکھ کر اس پر کراس بناؤ اور فارم کے پھاٹک والے لیٹر بکس میں ڈال دو....!“

”بہت بہتر چیف....!“

”دونوں کی ایک ایک کاپی اپنے لئے بھی پرنٹ کرو.... اپنے پاس رکھو.... اگر تم ہی اُن دونوں کو تلاش کر سکیں.... تو خود کو ایک بہت بڑے انعام کی مستحق سمجھو....!“

”میرا سب سے بڑا انعام یہ ہوگا کہ مجھے میرے بھائی مل جائیں۔ !“

”اچھا.... اوور اینڈ آل....!“

ٹرانس میٹر خاموش ہو گیا اور وہ اے ون کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری کرنے لگی۔

اندھیرا پھیل چکا تھا.... قمری مہینے کی آخری تاریخیں تھیں۔ اُس نے ٹارچ اٹھائی اور عمارت سے نکل کر فارم کے پھاٹک کی طرف چل پڑی۔

سردی آج بھی مزاج پوچھ رہی تھی۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونجتی رہنے والی فضا بالکل خاموش تھی۔

فارم کا پھاٹک رہائشی عمارت سے قریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا وہ ٹارچ کی روشنی میں راستہ طے کرتی رہی۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اُس نے کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سنی اور ٹارچ کا دائرہ اس طرف رینگ گیا۔ پھاٹک کے باہر ایک کار کھڑی نظر آئی۔

جیسے ہی روشنی کا دائرہ اس پر پڑا ایک عورت پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ یہ بھی ریتا ہی کی طرح سفید فام تھی۔ لیکن اسکے چہرے پر تھکن کے آثار دور سے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

قریب آکر اس نے انگریزی میں کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم میری زبان سمجھ سکو گی۔ !“

”میں کیا مدد کر سکتی ہوں۔ !“

”میرے بچے کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ سفر جاری نہیں رکھ سکتی کیا کہیں پناہ مل سکے گی۔ !“

"یقیناً ایک منٹ ٹھہرو.....!" رینا نے کہا اور لیٹر بکس کی طرف مڑ گئی۔ لفافہ اُس میں ڈال کر پھر اجنبی عورت کی طرف پلٹ آئی۔

کار میں بچہ ابھی تک روئے جا رہا تھا۔

"کیا تم تنہا ہو.....؟" رینا نے پوچھا۔

"نہیں میرا شوہر بھی ساتھ ہے۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ تھوڑی دیر بعد ہم شہر پہنچ جائیں گے۔ لیکن میرے لئے یہ ناقابل برداشت ہے تم محسوس کر رہی ہو گی۔ اس آواز میں کرب ہے..... میرا خیال ہے کہ اُسے نمونیا ہو گیا ہے۔!"

"گاڑی اندر لے چلو..... تمہارا خیال درست ہے..... فی الحال سفر ملتوی کر دینا چاہئے۔!"

"سوال یہ ہے کہ نمونیا ہوا کیوں.....؟" گاڑی کے اندر سے مردانہ آواز آئی۔

"تم خاموش رہو.....!" عورت مڑ کر چیخی۔

"چلو..... بیکار بات نہ بڑھاؤ.....!" رینا نے اُسے گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

پچھلی نشست پر بچہ پڑا رو رہا تھا۔ عورت نے اُسے گود میں اٹھا لیا اور رینا اسکے برابر جا بیٹھی۔

مرد نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی پھاٹک کی طرف موڑتا ہوا بڑبڑایا۔ "کاش میں نے شادی نہ کی ہوتی۔!"

"اب تم اپنی زبان بند رکھو گے یا نہیں.....!" عورت پھر گرجی۔

"ہاں بس سیدھے ہی چلو.....!" رینا نے مرد کو ہدایت دی۔

بچہ برابر روئے جا رہا تھا۔ رینا پہلے سے بھی کچھ زیادہ دل گرفتگی محسوس کر رہی تھی۔!

وہ انہیں اپنی رہائش گاہ پر لائی۔

عورت سفید فام تھی لیکن اس کا شوہر کوئی مقامی آدمی تھا۔ خوش شکل ضرور تھا لیکن کچھ بیوقوف سا لگتا تھا۔ رینا نے انہیں بتایا کہ اس وقت طبی امداد تو ممکن نہیں لیکن اس کے پاس مالش کی ایک ایسی دوا موجود ہے جس سے بچے کو آرام ملے گا!

"مالش کی دوا سے کیا ہو گا۔!" مرد نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تم پھر بولے۔!" عورت غرائی۔

مرد نے ایسا منہ بنایا جیسے کسی سخت گیر ماں سے سابقہ ہو۔ رینا کو یہ چیز کچھ عجیب سی لگی۔

ایک گھنٹے بعد بچہ سو گیا تھا۔ انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔

عورت نے رینا کو بتایا کہ اس کی ماں انگریز تھی اور باپ برما کا باشندہ تھا۔

"تو یہ تمہارے شوہر بھی برمیز ہیں۔!" رینا نے پوچھا۔

"نہیں محترمہ میں یہیں کا باشندہ ہوں۔!" شوہر بول پڑا۔

"تم سے سوال نہیں کیا گیا تھا۔ تم کافی ختم کر کے سونے جاؤ گے۔!" بیوی پھر غرائی۔

"بالکل..... بالکل.....!" شوہر سر ہلا کر بولا۔ "مجھے تو نمونیا بھی نہیں ہوتا۔!"

"غیر ضروری باتیں نہیں۔!"

شوہر پہلے سے بھی کچھ زیادہ سہما ہوا نظر آنے لگا۔ پھر کافی ختم کر کے وہ سچ مچ اٹھ گیا تھا۔

"دیکھو.....!" بیوی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں نے بیڈ روم میں کتابوں کی شلف دیکھی تھی۔ خبردار! سو ہی جانا..... کوئی کتاب نہ نکال لینا۔!"

"میں سو جاؤں گا۔!" وہ مردہ سی آواز میں بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

"بے چارہ عبدل.....!" اس کی بیوی نے ٹھنڈی سانس لی۔

رینا خاموش تھی۔ مہمان عورت اس کی طرف مڑ کر بولی۔ "میں عبدل کے لئے بڑی دکھی رہتی ہوں۔ وہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہے۔!"

"کیسا مرض.....؟"

"بائیں ٹانگ بالکل بے جان ہو جاتی ہے۔ کئی کئی دن بستر سے جنبش بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کوئی اعصابی مرض۔!"

"ڈاکٹروں کا یہی خیال ہے۔!"

رینا سوچنے لگی کہ اب اس مہمان عورت کو آرام کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس نے گفتگو کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ رات کے گیارہ بجے تھے اور وہ اپنی خواب گاہ میں ٹہل رہی تھی۔

بھائیوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو مہمانوں کی سدھ بھی نہ رہی۔ آخر وہ کہاں گئے۔ اگر ڈاکٹر اور اس کا خوف ناک چہرے والا اسسٹنٹ ہی غائب ہو جانے کے ذمہ دار ہیں تو اس وقوعے کا مقصد کیا ہے.....؟ اگر چیف ان دونوں کی زندگیوں کا خواہاں تھا تو پھر اُن دونوں نے اس کے بھائیوں کو کیوں چھوڑا ہو گا۔

الجھن بڑھ گئی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے کچھ غیر معمولی قسم کی آوازیں بھی سنیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمارت ہی میں کچھ لوگ ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے ہوں۔ وہ خواب گاہ کا دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ وہ طبعاً ڈرپوک لڑکی نہیں تھی۔

پھر جلد ہی اُس نے اندازہ کر لیا کہ وہ آوازیں مہمانوں کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ وہاں کے روشندان میں روشنی بھی نظر آئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس نے سوچا اور تیزی سے آگے بڑھی اور دروازے کے قفل کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگی۔

وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ مہمان عورت اپنے شوہر کے پیچھے اس طرح جھپٹتی پھر رہی تھی جیسے ہاتھ آگیا تو گرا کر مارے گی اور وہ ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا اس کی گرفت سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”کک.... کیا کر رہی ہو.... ہم ایک غیر جگہ پر ہیں۔ تمہیں شرم آنی چاہئے۔ ارے میزبان کی نیند تو حرام نہ کرو۔!“

”میں آج تمہیں جان سے مار دوں گی۔!“

”یہاں نہیں.... گھر پہنچ کر.... خدا کے لئے اب.... ختم بھی کرو۔!“

”اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو.... رک....!“

”تم کیا کرو گی....؟“

”صرف دو تھپڑ لگاؤں گی۔!“

”نہیں.... ایک....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔

آخر تھک ہار کر وہ رک گئی۔ شوہر بستر کی دوسری طرف کھڑا تھا۔ دونوں ہی بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ عورت اُسے گھورے جا رہی تھی....!

آخر شوہر اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بے بسی سے بولا۔ ”اس سے تو یہی بہتر ہے کہ تم مجھے زہر دے دو.... یا گولی مار دو....!“

”نہیں میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔!“

”آخر مجھ سے شادی کیوں کی تھی.... اگر یہی کرنا تھا۔!“ وہ روہانسا ہو کر بولا۔

”مجھے بیوقوف مرد پسند ہیں.... لیکن تم بہت زیادہ بیوقوف ثابت ہوئے ہو۔!“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔!“

”بے بی کو نمونیا کیوں ہوا....؟“ وہ غرائی۔

”بھلا میں کیونکر بتا سکتا ہوں....!“ وہ بے بسی سے بولا۔

”اگر تم نہیں بتا سکتے تو اُس کے باپ بھی نہیں ہو۔!“

”اسکا باپ بن کر مجھے خوشی محسوس نہیں ہوتی... کم بخت کو چھینک بھی آجائے تو میری ہی شامت!“

”خبردار! اگر اس کے لئے کوئی نازیبا لفظ زبان سے نکالا۔!“

”مجھے تو اس کا رونا بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے مجھے.... صرف مجھے گالیاں دے رہا ہو۔!“

”میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی۔!“

”اگر تم اپنی زبان کی جنبشوں میں دس فیصد بھی کمی کر سکو تو میں اپنی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر لینے کو تیار ہوں۔!“

”شٹ اپ....!“

”تم جانتی ہو کہ جس رات میرے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتا ہے دوسری صبح کو میں مفلوج ہو جاتا ہوں۔!“

”تم جہنم میں جاؤ.... مجھے کیا۔!“

”روشی....!“

”میرا نام نہ لو.... میں عنقریب تم سے چھٹکارا حاصل کر لوں گی۔!“

”اس حال کو پہنچا دینے کے بعد....!“ شوہر دردناک لہجے میں بولا۔ وہ مزید کچھ کہنے کی بجائے دھم سے بستر پر بیٹھ گئی۔

شوہر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ریناکو عجیب سے آثار نظر آئے۔

”اچھا بتی بجھاؤ....!“ عورت تھوڑی دیر بعد غصیلی آواز میں بولی۔ ”مجھے نیند آ رہی ہے۔! لیکن تم جاگتے رہو گے۔!“

رینا نے دیکھا کہ وہ چپ چاپ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

رینا اپنے ذہن پر ایک ناگوار سا تاثر لے کر وہاں سے ہٹ گئی۔ کچھ دیر بعد اُسے بھی نیند آ گئی۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو دھوپ پھیلی نظر آئی۔ دیر تک جاگتے رہنے کی بناء پر آج شائد زندگی میں پہلی بار وہ اتنی دیر سے اٹھی تھی۔

مہمانوں کا خیال آتے ہی اس نے یک لخت بستر چھوڑ دیا۔ دوڑ کر کچن میں پہنچی.... وہاں باورچی موجود تھا۔ ناشتہ بھی تیار تھا۔ لیکن باہر مہمانوں کی گاڑی نہ دکھائی دی۔

اُس نے سوچا ممکن ہے وہ صبح ہی صبح روانہ ہوگئے ہوں۔ اُس نے باورچی سے اُنکے متعلق پوچھا۔

"میم صاحب ناشتہ کر کے چلی گئیں۔!" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔!"

"لیکن میم صاحب.... ان کا صاحب نہیں گیا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"میم صاحب نے بتایا تھا کہ صاحب بیمار ہوگئے ہیں اس لئے وہ یہیں رہیں گے۔!"

ریتا کو پچھلی رات کا واقعہ یاد آگیا۔ وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف جھپٹی، جہاں مہمان سوئے ہوئے تھے۔!

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ملا.... سامنے ہی بستر پر مہمان عورت کا شوہر آنکھیں بند کئے ہوئے پڑا کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اُس کی آہٹ پر چونکا اور سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

"صبح بخیر جناب....!" ریتا نرم لہجے میں بولی۔

"صبح بخیر خاتون....!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے اٹھی.... لیکن....!"

"جی ہاں.... وہ چلی گئیں.... اور میں بسترے سے جنبش بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کیوں....؟"

"مجھ پر اعصابی دورہ پڑا ہے۔ بائیں ٹانگ بیکار ہوگئی ہے۔!"

"یہ کیونکر ہوا....؟"

"اکثر ایسا ہوتا ہے۔!"

"میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔!" وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔ "یہاں تو طبی امداد بھی ممکن نہیں۔!"

"آپ فکر نہ کیجئے.... خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہوں۔!"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ کی بیوی آپ کو اس حال میں چھوڑ گئیں۔!"

"وہ کر بھی کیا سکتی.... میری وجہ سے بہت پریشان رہتی ہے۔!"

"پھر بھی یہ بڑی عجیب بات ہے۔!"

"وہ دراصل بے بی کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اسکے لئے طبی امداد بہر حال ضروری تھی۔!"

"لیکن آپ کی دیکھ بھال بھی تو ضروری ہے۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھ پر ناوقت دورہ پڑا۔ آپ لوگوں کے لئے دردِ سر بن جاؤں گا۔!"

"ایسی کوئی بات نہیں.... تم نے ابھی ناشتہ نہ کیا ہوگا۔ ٹھہرو میں بھجواتی ہوں۔!"

ناشتے کے بعد وہ پھر اس کے پاس آبیٹھی تھی۔

کافی دیر تک سوچتی رہی کہ پچھلی رات والے واقعات کا ذکر کس طرح شروع کرے۔ دراصل وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ پچھلی رات ان کی لاعلمی میں وہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی تھی۔

پھر دفعتاً خود اسی نے اُس کی مشکل آسان کر دی۔ کراہ کر بولا۔

"میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں.... روشی نے پچھلی رات خاصہ شور مچایا تھا۔!"

"ہاں ہاں....!" وہ جلدی سے بولی۔ "مجھے خود حیرت تھی۔ تمہاری بیوی صورت سے تیز مزاج معلوم ہوتی ہے۔!"

"بس مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ اس کے سونے سے پہلے خود سو گیا تھا....!"

"اس سے کیا ہوتا ہے.... نیند پر تو کسی کا بس نہیں چلتا۔!"

"آپ سمجھی نہیں محترمہ....!"

"تو سمجھاؤنا....!" وہ خوش دلی سے مسکرائی۔

"اُسے خراٹوں سے نفرت ہے۔ میں سوتے میں خراٹے لیتا ہوں۔!"

"بس اتنی سی بات....!"

"وہ مجھے بہت چاہتی تھی۔ لیکن یہ شادی سے پہلے کی بات ہے۔ جب اس نے میرے خراٹے نہیں سنے تھے۔!"

"بہتیرے لوگ خراٹے لیتے ہیں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔!"

"اس کا دماغ بہت ہی اسپیشل قسم کا ہے جو ذرا ذرا سی بات پر اُلٹ جاتا ہے۔! جمالیات کا مینیا ہوگیا ہے اس کو....!"

ریتا کچھ نہ بولی.... وہ بھی خاموش ہو کر چھت کو تکنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس

لے کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب وہ مجھ سے کبھی نہ ملے گی۔! پہلے بھی کئی بار طلاق کی دھمکی دے چکی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس قسم کے جھگڑوں کی صورت میں ہمیشہ مجھ پر نروس اٹیک ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی۔!"

اس کی آواز بھرا گئی اور وہ بات پوری کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

رینا سچ مچ اس کے لئے مغموم ہو گئی تھی۔

"تم فکر نہ کرو.....!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔ "یہاں تمہاری دیکھ بھال اچھی طرح ہو گی۔!"

"میں شرمندہ ہوں محترمہ.....!" اُس کے لہجے میں رو دینے کا سا انداز تھا۔!

"نہیں بالکل فکر نہ کرو۔!" رینا نے اس کا بازو تھپک کر کہا۔

ایسی معصومیت اُس نے آج تک کسی مرد کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ یقیناً ایک سیدھا سادہ اور کسی قدر بیوقوف آدمی تھا۔ خدوخال دلکش تھے اور رنگت اسکی اپنی ہی طرح سپید تھی۔

"میں تمہارا نام بھول گئی۔!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"عبدالمنان.....!"

اس شام جب رینا کے چیف کی آواز ٹرانس میٹر پر سنائی دی تھی تو اُس نے اس کو ایک نجی معاملہ سمجھ کر اس کا تذکرہ اُس سے نہیں کیا تھا۔!

* * *

ظفرالملک اور جیمسن..... فیاض کے محکمے کی حوالات میں تھے۔ حوالات میں ضرور تھے لیکن اوپر سے حکم آیا تھا کہ اُن دونوں کے معاملے کو شہرت نہ دی جائے۔ پریس رپورٹروں کو ان کے نام تک معلوم نہ ہونے پائیں۔!

لوسیل دے سوندے ایک غیر ملکی معلمہ تھی۔ یہاں اسکالر شپ پر آئی تھی۔ اس لئے اس کے ملک کا سفارت خانہ بھی پوری توجہ سے اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔

بہر حال ظفرالملک اور جیمسن حوالات میں ضرور تھے لیکن اس کے سلسلے میں اُن کے نام نہیں لئے گئے تھے وہ ابھی تک خودکشی ہی کے کیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

ظفرالملک کے بارے میں فیاض کے لئے ایسی کوئی ہدایت نہیں تھی کہ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ بھی نہ کی جائے۔ لہٰذا اس وقت فیاض اس کے سر پر سوار تھا۔ ظفرالملک نے اُسے سب

کچھ بتا دیا تھا۔ لیکن اس کہانی میں عمران کے وجود کو یکسر نظرانداز کر گیا تھا۔

"کرسٹوپاؤلس تم سے پینٹنگ کیوں کرانا چاہتا تھا۔!" فیاض نے سوال کیا۔

"اس سے دوسری ملاقات کی نوبت ہی نہیں آئی کہ تفصیلی گفتگو ہو سکتی۔!" ظفرالملک نے جواب دیا۔

"کیوں جناب.....؟" جیمسن نے اپنی ڈاڑھی سہلاتے ہوئے فیاض کو مخاطب کیا اور جملہ پورا کرنے کی بجائے کچھ سوچنے لگا۔

"کیا مطلب.....؟" فیاض غرا کر اس کی طرف مڑا۔

"کچھ نہیں.....!" جیمسن نے خشک لہجے میں کہا۔ "ضروری نہیں کہ آپ کو بھی کلاسیکی ادب سے لگاؤ ہو۔!"

"بکواس مت کرو.....!" فیاض اُسے جھڑک کر ظفر سے بولا۔ "کرسٹوپاؤلس کی قومیت کے بارے میں کیا اندازہ لگایا تھا۔!"

"نام سے تو یونانی معلوم ہوتا ہے۔!"

"یہودی بھی ہو سکتا ہے۔!" جیمسن بولا۔

"جہالت کی باتیں نہ کرو..... کیا یونان میں یہودی نہیں رہتے۔!"

"یہودی کہاں نہیں ہیں۔!" جیمسن نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن انہیں پہچان لینا آسان کام نہیں ہے۔!"

"غیر ضروری باتیں مت کرو.....!" فیاض پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"بات میں بات نکلتی ہے جناب.. میں گفتگو کا رخ کلاسیکی ادب کیطرف موڑ دینا چاہتا ہوں۔!"

"کہیں تمہاری گردن نہ موڑ دی جائے۔!"

"میری دانست میں گردن مروڑنا بولتے ہیں۔!"

"جیمسن زبان بند کرو.....!" ظفر نے تیز لہجے میں کہا اور جیمسن لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"سوال یہ ہے کہ تم دونوں اس رات بھاگے کیوں تھے؟" فیاض تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اُس تہہ خانے میں کوئی باتھ روم نہیں تھا۔!" جیمسن نے مڑ کر جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تم پھر بولے۔!" ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"اچھی بات ہے یور ہائی نس تو پھر انہیں بتایئے کہ کیوں بھاگے تھے یا کلاسیکل اسٹائل میں قرار پر کیوں قرار کیا تھا۔!"

دفعتاً فیاض کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا اور وہ اٹھتا ہوا غرایا۔ "تمہاری کہانی پر کسی کو بھی یقین نہیں آسکتا۔ لوسیل کی موت کے ذمے دار قرار دیئے جانے کے منتظر رہو۔!"

اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

جیمسن جھکیوں کے سے انداز میں مسکرا کر اُسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔

"دل چاہتا ہے تمہارے ہونٹ سی دوں۔!" ظفر بولا۔

"یہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے یور ہائی نس۔۔۔۔!"

"اس سے بھی زیادہ خطرناک معاملات سے لوگ دوچار ہوتے ہوں گے۔!" ظفر نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر آپ کے انکل نامداد تک یہ بات پہنچ گئی۔!"

"خود کو بہت زیادہ چچا محسوس کرنے لگیں گے۔!" ظفر نے جماہی لے کر کہا۔ "اور ہم نے فکر معاش سے بھی چھٹکارا پایا۔۔۔۔ الحمدللہ۔!"

"کیا میں آپ کو ایک کلاسیکل شعر سنا سکتا ہوں۔"

"فی الحال مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔۔ کیونکہ ابھی میں نے اونگھنا بھی شروع نہیں کیا ہے۔!"

"سنیئے۔

پس مُردن بنائے جائیں گے ساغر میری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے"

"میری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا۔۔۔۔!" جیمسن نے بے بسی سے کہا۔

"ہری اپ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔!"

"کیا۔۔۔۔؟"

"تو پھر تو نے شعر کیوں سنایا۔۔۔۔ مطلب بتانا پڑے گا۔!"

"اچھا ٹھہریئے۔۔۔۔ میں کوشش کرتا ہوں۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ شاعر ٹی بی کا مریض تھا۔

اس نے اپنی بی لوئیڈ کو کس کرنا چاہا۔۔۔۔ اُس نے ریفیوز کر دیا۔ شاعر بولا۔ اچھی بات ہے میں مر جاؤں گا۔ دفن کر دیا جاؤں گا خاک میں مل جاؤں گا اور اسی خاک سے پیالہ بنایا جائے گا۔ پھر تم اُسی پیالے میں پانی پیو گی۔ اس طرح میں خاک میں مل کر تمہیں کس کر لوں گا۔!"

"جیمسن۔۔۔۔ اگر یہ سچ ہے تو اردو شاعری بڑی خوفناک چیز معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔ تم مجھے ورڈز ورتھ کا کوئی سونیٹ سناؤ۔!"

"خاک ڈالئے ورڈز ورتھ پر۔۔۔۔ میر تقی میر کا ایک شعر سنئے

اگر یوں ہی اے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا"

"جیمسن۔۔۔۔ یہ تو بڑا دردناک شعر ہے۔!" ظفر بولا۔ "اردو شاعری میرے لئے عجوبہ بن کر رہ گئی ہے۔ آخر شاعر اس طرح دہاڑیں مار مار کر کیوں رو رہا تھا کہ ہمسائے کی نیند خطرے میں پڑ گئی تھی۔"

"میرے لئے بھی عجیب ہے، یور ہائی نس۔۔۔۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اردو شاعری کا عاشق یتیموں سے بھی زیادہ بے بس ہوتا ہے۔ اس لئے رقیبوں کا وجود بھی برداشت کر لیتا ہے۔!"

"سوال یہ ہے کہ ایسے کو چاہتا ہی کیوں ہے جس کے پہلے سے کئی چاہنے والے موجود ہوں۔!"

"یہ روائت ہے اردو شاعری کی۔۔۔۔ لہٰذا آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے۔!"

"اعتراض تو میں اس پر بھی نہیں کر سکتا کہ تم مجھے مسلسل بور کئے جا رہے ہو۔!"

"میں چاہتا ہوں کہ آپ میں بھی ادبی ٹیسٹ پیدا کر دوں۔!"

"نو ٹائیم فور نان سنس۔۔۔۔!"

"اسے نان سنس نہ کہئے یور ہائی نس۔۔۔۔ یہ ہمارے کلچر کا ایک حصہ ہے۔!"

"ایگریکلچر کا حصہ ہوگا۔ تو غلط سمجھا ہے۔ کوئی کسان فصل تباہ ہو جانے پر دہاڑیں مار مار کر رویا ہوگا۔!"

"نہیں باس۔۔۔۔! محبوبہ کی جدائی پر شاعر رویا تھا۔۔۔۔!"

"میرا دماغ خراب نہ کر۔۔۔۔ بہت دنوں کے بعد سکون نصیب ہوا ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔!"

"دن میں سوئیں گے آپ۔۔۔۔؟" جیمسن نے حیرت سے سوال کیا۔

"ظفر الملک نے چبوترے پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔!"

"ارے۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔!" جیمسن کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"کیوں دماغ خراب کر رہا ہے۔!" ظفر آنکھیں کھول کر دہاڑا۔

"ابھی ابھی ایک انسپائریشن ہوا ہے۔!" جیمسن ڈاڑھی کھجاتا ہوا۔ "ہم یہاں سے نکل کر بیکار نہ رہیں گے۔ ہو سکتا ہے لمبا بزنس ہو جائے۔!"

"ہوں....!" ظفر اٹھ بیٹھا۔

"مرزا غالب....!"

"کیا مطلب....؟"

"مرزا جی کی صد سالہ یادگار منائی جانی والی ہے۔!"

"تو ہمیں کیا....!"

"لوگ دھڑا دھڑ غالب قلم، غالب ڈائری، غالب حقہ، غالب اگالدان ایجاد کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سب بکواس ہے۔ جس چیز کی بناء پر اسد اللہ خان صاحب غالب کہلائے تھے اُسے سب نے یکسر فراموش کر دیا ہے۔!"

"وہ کیا چیز تھی....؟"

"ازار بند....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"یقین کیجئے یور ہائی نس.... اگر انہیں پاجامے کی بجائے تہد استعمال کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تو اُن کے اشعار ہم تک ہر گز نہ پہنچ سکتے۔!"

"کیوں....؟"

"رات کو پیتے تھے اور نشے کی حالت میں شعر کہتے تھے۔ جتنے شعر کہتے اتنی ہی گرہیں ازار بند میں ڈال دیتے اور دوسری صبح ایک ایک گرہ کھولتے جاتے اور شعر یاد کر کر کے لکھتے جاتے۔!"

"دیٹ از ابسرڈ....!"

"یقین کیجئے یور ہائی نس....!"

"جہنم میں جائے.... آخر اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو....!"

"میں یہاں سے نکلنے کے بعد غالب ازار بند کا بزنس شروع کر دوں گا۔ آمدنی کے تین حصے ہوں گے۔ ایک حصہ نادار شرابیوں کے لئے، دوسرا حصہ غالب کے نام پر ایصال ثواب کے لئے

اور تیسرا حصہ بطور حق المحنت ہم دونوں کے کام آئے گا۔!"

"یہ شرابیوں کا حصہ کیوں نکالو گے۔!"

"کیوں مرزا صاحب شراب پی کر شعر کہتے تھے۔!"

"تو آخر موجودہ حالات پر گفتگو کیوں نہیں کرتا۔!"

"کیا ضرورت ہے.... یہ حالات ہم نے تو نہیں پیدا کئے۔!" جیمسن نے کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے واش بیسن کی طرف دیکھا۔

ظفر الملک استفہامیہ انداز میں اس کو تکے جا رہا تھا۔

جیمسن نے قریب آ کر سرگوشی کی۔ "یہ لوگ بہت چالاک معلوم ہوتے ہیں۔! اس واش بیسن میں ڈکٹافون پوشیدہ ہے۔ ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہو گی۔!"

ظفر نے بُرا سا منہ بنا کر واش بیسن کی طرف دیکھا۔

◆

رینا کو اپاہج مہمان کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ذہن کے کس گوشے کو کرید بیٹھا تھا۔ ایک عجیب سی ہمدردی اور ایک عجیب سا لگاؤ اس سے محسوس کرنے لگی تھی۔!

اس وقت ناشتے کے بعد وہ اسے نوکروں کی مدد سے بیرونی برآمدے میں لائی اور دونوں سردیوں کی دھوپ سے لطف اندوز ہونے لگے۔

دفعتاً ایک پولیس کانسٹیبل برآمدے کے سامنے آ رکا۔

اس نے رینا کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا اور پھر اُس کے مہمان کو دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات....!" رینا نے ٹوٹی پھوٹی اردو شروع کی۔

"یہاں.... کوئی عبدالمنان ہے.... میم صاحب....!" اس نے پوچھا۔

"ہاں.... میں ہوں....!" مہمان اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"اوہ.... تم آرام سے بیٹھے رہو....!" وہ جلدی سے اٹھتی ہوئی بولی اور اس کے شانے پکڑ کر اسے پھر آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا دیا۔

"عبدالمنان صاحب کا سمن ہے، میم صاحب....!"

عبدالمنان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"اِدھر لاؤ...!" رینا نے ہاتھ بڑھا کر کانسٹیبل سے سمن لے لیا۔

"اُوہ....!" وہ اس پر نظر ڈالتے ہی چونک پڑی۔

"کیا بات ہے....؟" عبدالمنان نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہاری بیوی نے شادی کی تنسیخ کے لئے عدالتی چارہ جوئی کی ہے۔ تمہیں اٹھائیس جنوری کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔!"

"نہیں....!" عبدالمنان نے سسکی لی اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

"اوہ... کیا ہوا تمہیں... چلو دستخط کرو اس پر... میں سب دیکھ لوں گی۔!" رینا نے کہا اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی۔ "ایسے حالات میں تمہیں بھی اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے۔!"

عبدالمنان نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے سمن کی وصولیابی کی.... اور دستخط کئے۔

سپاہی کے چلے جانے کے بعد رینا نے کہا۔ "واقعی بڑی سنگ دل عورت ہے۔!"

وہ کچھ نہ بولا.... آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا!

"تم قطعی فکر نہ کرو.... میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گی۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا....!" وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

"مرد بنو.... تم کیسے آدمی ہو...!"

"دل کے ہاتھوں....!"

"سب بکواس ہے.... عزت نفس سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہیں۔!"

"میں نے سب کچھ اس پر قربان کر دیا تھا۔!"

"تم نے آخر اپنی ہی قوم کی کسی لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی تھی۔ یہ دوغلی نسلیں خراب ہوتی ہیں۔!"

"ہر نسل اور ہر قوم کی عورت.... صرف عورت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے یہ نہ کہنا چاہئے۔ تم تو بہت مہربان خاتون ہو۔ مجھے آج تک کوئی ایسی رحم دل لڑکی نہیں ملی جیسی تم ہو۔ میں نے اپنی قوم کی کسی لڑکی سے اس لئے شادی نہیں کی تھی کہ اُسے صرف غصہ نہیں آتا بلکہ وہ بیک وقت غم و غصہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ لڑتی بھی جاتی ہے اور روتی بھی جاتی ہے اور جب کسی بات کا جواب نہیں سوجھتا تو دونوں ہاتھوں سے سر بھی پیٹنے لگتی ہے۔!"

"خوب!" رینا ہنس پڑی۔ "لیکن تمہاری اینگلو برمیز بیوی تو تمہارا سر پیٹنے پر آمادہ نظر آتی تھی۔!"

"تم کیا جانو....؟" عبدالمنان چونک کر بولا۔

"اس رات میں نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر سب کچھ دیکھا تھا۔!" عبدالمنان کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

"میں تمہارا مذاق نہیں اڑانا چاہتی....!" رینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں....!" عبدالمنان روہانسا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گہرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں....!" عبدالمنان روہانسا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گہرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عبدالمنان ہی بولا۔ "وہ خود میری طرف آئی تھی۔ مہینوں میرا تعاقب کیا تھا۔ مجھ سے کہتی تھی تم میرے خوابوں کے شہزادے ہو میں جس قسم کے مرد کے خواب دیکھتی رہی ہوں وہ صرف تم ہی ہو سکتے ہو مجھے اپنی منزل مل گئی اور پھر شادی کے بعد تم تو خراٹے لیتے ہو۔ چلتے ہو تو کولہے بہت بیہودہ انداز میں ہلتے ہیں۔ خراٹوں پر میرا بس اسی طرح چل سکا کہ اس کے سو جانے سے پہلے کبھی نہ سویا۔ لیکن رفتار کا بے ڈھنگا پن میرے بس سے باہر تھا۔ پھر بھی میں نے کوشش کی اور یہ روگ لگا بیٹھا۔!"

وہ خاموش ہو کہ اپنی سُن ہو جانے والی ٹانگ کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھی....!" رینا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں نے ایک کمرے میں چاروں طرف بڑے بڑے آئینے لگوائے تھے اور اس طرح چلنے کی مشق کرتا تھا کہ میرے کولہوں کے ہلنے کا انداز بدل جائے۔ گھنٹوں گذر جاتے اور میں تھکتا رہتا۔ آخر ایک دن اچانک گر کر بیہوش ہو گیا۔ پھر ہوش میں آیا تو یہ ٹانگ بالکل بے جان ہو چکی تھی۔!"

"اوہ تو یہ اس طرح ہوا تھا.... واقعی تم بہت معصوم ہو۔!"

"روشی میری زندگی میں پہلی عورت تھی۔!"

"نام مت لو اُس بے ہودہ عورت کا....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا ہو گا۔!"

”تم عدالت میں جاؤ گے۔۔۔۔ اور اسے طلاق دے دو گے۔!“

”نہیں۔۔۔۔!“ اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپالیا۔

رینا کو نہ جانے کیوں اسکے اس رویئے پر غصہ آگیا اور اس نے کہا۔ ”اچھی بات تو جاؤ جہنم میں۔!“ اور پھر وہ برآمدے سے اٹھ کر اندر آگئی تھی۔

اُسے کچھ دیر بعد شہر جانا تھا۔۔۔۔ پچھلی شام ٹرانس میٹر پر اس کے چیف اے ون نے اُسے ایک آدمی کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ آدمی اُسے اپنے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینے والا تھا۔ شہر کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وہ ایک بار پھر عبدالمنان کے پاس آئی اور اس سے اس کی بیوی کا پتہ پوچھا۔

”کیا تم اس سے ملو گی۔۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔۔!“

”دیکھو شائد مان جائے۔!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”میں تم سے اس کا پتہ مانگ رہی ہوں۔ فضول باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔!“

اس نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پتہ لکھ کر اس کیطرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اس سے کہہ دینا کہ مجھے اسکا ہر ستم گوارہ ہے لیکن اسطرح میری تذلیل نہ کرے۔ عدالت سے درخواست واپس لے لے۔!“

رینا کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی تھی لیکن وہ خاموش ہی رہی اور پتہ اس سے لے کر گاڑی میں آبیٹھی۔ خود ہی ڈرائیو کرتی تھی اور کبھی کبھی شہر بھی جایا کرتی تھی۔ لیکن آج کے سفر میں فرق تھا۔ چیف کی طرف سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ہدایت ملی تھی۔ خصوصیت سے اُسے اس بات پر دھیان رکھنا تھا کہ کہیں اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔!

اُسے شہر میں کسی مسٹر کرسٹوپاؤلس سے ملنا تھا۔ آج پہلی بار وہ اپنے چیف کے لئے کوئی کام کرنے باہر نکلی تھی۔ ورنہ اس کے فرائض اس سے آگے کبھی نہیں بڑھے تھے کہ چیف سے کوئی پیغام سن کر اپنے بھائیوں تک پہنچادے۔

شہر پہنچ کر کرسٹوپاؤلس کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک مشہور شاہراہ پر واقع عمارت میں رہتا تھا۔

وہ کچھ عجیب سا آدمی ثابت ہوا۔۔۔۔ تھا تو کسی مغربی ملک کا باشندہ لیکن اتنے عظیم الشان ڈرائنگ روم میں اس کی شخصیت مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگ رہی تھی۔ جسم پر خانہ بدوشوں جیسا اوٹ پٹانگ لباس تھا اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک۔

”مس ڈکسن۔۔۔۔! مجھے تمہارے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینی ہے۔!“ اس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کا ہاتھ رینا کو ایسا لگا تھا جیسے اس میں برقی رو نکل کر اس کے سارے جسم کو جھنجھوڑ گئی ہو۔

”جی ہاں۔۔۔۔ مسٹر پاؤلس۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ میں ان کے لئے بیحد پریشان ہوں۔!“ وہ ہکلائی۔

”تم یہاں کب سے ہو مس ڈکسن۔۔۔۔؟“

رینا نے اسے مدت قیام بتائی اور اس نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم نے اس عرصے میں کچھ مقامی دوست بھی بنائے ہوں گے۔!“

”ایسا تو نہیں ہوا۔۔۔۔!“

”ہونا چاہئے تھا۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔!“ اُس نے کہا اور شائد کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

”لیکن ٹھہریئے!“ رینا تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”اس بے چارے کو بھی دوست ہی سمجھنا چاہئے۔!“

”کس بیچارے کا ذکر کر رہی ہو۔!“ کرسٹوپاؤلس چونک کر بولا۔

رینا نے مناسب سمجھا کہ اُسے عبدالمنان کی کہانی سنادے۔!

کرسٹوپاؤلس بڑے سکون سے سنتا رہا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک ہونے کی بناء پر جذباتی تغیر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

رینا کے خاموش ہونے پر بولا۔ ”لاؤ دیکھوں اس کی بیوی کا پتہ۔۔۔۔!“

رینا نے اپنی نوٹ بک پرس سے نکال اُس کی طرف بڑھادی۔

”نیلم پیلس۔۔۔۔!“ کرسٹوپاؤلس نوٹ بک کے صفحے پر نظر پڑتے ہی چونک پڑا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”یہ تو شہر کی مشہور عمارتوں میں سے ہے۔ ٹھہرو۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔!“

وہ اٹھ کر ایک الماری کے قریب پہنچا۔ الماری کی بناوٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے خانے حروف تہجی کے اعتبار سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خانوں پر اے سے زیڈ تک سارے حروف بالترتیب لکھے ہوئے تھے۔ اُس نے ”این“ کے خانے کی دراز کھولی۔۔۔۔ اس میں انڈکس کارڈ رکھے نظر آئے۔ وہ ان کارڈوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ پھر ایک کارڈ نکال کر اُس پر نظر جمائے ہوئے بڑبڑایا۔

"نیلم پیلس.... پرنس عبدالمنان کی ملکیت.... پرنس عبدالمنان سابق والئی ریاست.... اُوہ.... تو یہ عبدالمنان....!"

وہ رینا کی طرف مڑا.... وہ اُس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سُن چکی تھی۔

"تو تم اس کی بیوی سے ملنے کا ارادہ رکھتی ہو!" اُس نے رینا سے پوچھا۔

"خیال تو یہی تھا.... اب جیسا آپ کہیں۔!"

"تم اُس سے ضرور ملو.... اور کوشش کرو کہ اُن دونوں میں علیحدگی ہو جائے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔!"

"کیوں....؟"

"آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔!"

"چیف کی اسکیم کے مطابق ہو سکتی ہے۔! ہمیں کچھ مقامی ذی حیثیت لوگوں سے میل جول پیدا کرنا تھا۔ چلو ابتدا تم ہی سے ہو جائے۔!"

"لل.... لیکن.... میرے بھائی۔!"

"مس ڈکسن....!" کرسٹو پاؤلس بے حد نرم لہجے میں بولا۔ "مجھے حکم ملا ہے کہ تمہارے بھائیوں کو تلاش کروں.... یہ میرا کام ہے اور تم یقین کرو کہ وہ زندہ ہیں۔!"

"یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے اُن پر ہاتھ ڈالا....!"

"کسی دوسرے ملک کے ایجنٹ دونوں کا مفاد ایک ہی ہو سکتا ہے۔!"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ یہیں کی پولیس....!"

"نہیں....! مس ڈکسن....!" کرسٹو پاؤلس ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں کی پولیس بھی اگر ہماری طرف متوجہ ہوئی ہے تو اس میں انہیں لوگوں کا ہاتھ ہے۔! وہ چاہتے ہیں کہ ہم پر دو اطراف سے حملہ ہو.... اور ہم روشنی میں آجائیں۔ تمہارے بھائیوں کو بھی وہی لوگ لے گئے ہیں۔ ان سے پوچھ گچھ کر کے چیف تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

"لیکن چیف کو تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہ دونوں تشدد کا شکار ہوتے رہیں گے۔!"

"یہ نہ بھولو کہ ہم اپنے ملک کی ایک خدمت انجام دے رہے ہیں۔!"

رینا نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ کرسٹو پاؤلس تھوڑی دیر بعد بولا۔

"یہاں کے حکام کو بھی تمہارے بھائیوں سے متعلق تشویش ہے۔! پولیس کی اسپیشل برانچ کے آفیسر اُن کی تلاش میں ہیں۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔!"

"لہٰذا جب اپنی سمجھ میں کچھ نہ آئے تو دوسروں کے مشورے قبول کرنے میں ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہئے۔!"

"میں آپ کے پاس کیوں بھیجی گئی ہوں۔!"

"فی الحال محض جان پہچان پیدا کرنے کے لئے۔!"

پھر کرسٹو پاؤلس نے خود ہی آدھے گھنٹے بعد اُسے رخصت کر دیا تھا اور اب اس کی گاڑی نیلم پیلس کی طرف جا رہی تھی۔!

اس کے ذہن میں خوف کی وہ لرزشیں اب بھی موجود تھیں جن کا تعلق کرسٹو پاؤلس کی شخصیت سے تھا رینا اس سے خاصی مرعوب ہوئی تھی وہ کوشش کرنے لگی کہ اپنے ذہن سے ان تاثرات کو جھٹک دے۔ اس خوف زدگی سے قطع نظر کر کے بھی ایک عجیب سا احساس اس کے شعور پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ جب تک وہ اپنے اس قومی کام کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلی تھی اس سے متعلق بڑے خوش گوار تصورات رکھتی تھی۔ لیکن آج کرسٹو پاؤلس سے گفتگو کرنے کے بعد سے اس قومی جوش میں کسی قدر اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ذہنی کیفیت کو کوئی واضح نام نہ دے سکی۔

نیلم پیلس کے پھاٹک پر پہرہ دینے والے مسلح سنتری نے الرٹ ہو کر اُسے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی رکنے پر وہ قریب آیا اور نہایت شستہ انگریزی میں اُس سے اس طرف آنے کا سبب دریافت کرنے لگا۔

"میں پرنس کی بیوی سے ملنا چاہتی ہوں۔!" رینا نے کہا۔

"کیا انہیں علم ہے کہ آپ تشریف لائیں گی۔!"

"نہیں۔!"

"تو پھر مجھے افسوس ہے کہ آپ نہ مل سکیں گی۔!"

"یہ بے حد ضروری ہے.... مجھے پرنس نے بھیجا ہے۔!"

"آپ کہیں سے بھی تشریف لائی ہوں محترمہ.. مادام اپائنٹمنٹ کے بغیر کسی سے بھی نہیں ملتیں۔!"

"میں فوری طور پر اپائنٹمنٹ چاہتی ہوں۔ اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا۔!"

سنتری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "اچھا ٹھہریئے.... میں فون پر سیکریٹری سے گفتگو کرتا ہوں۔ کیا نام بتاؤں آپ کا محترمہ۔!"

"رینا ڈکسن.... تم انہیں بتاؤ کہ میں پرنس کا ایک پیغام لائی ہوں۔!"

سنتری پھاٹک سے ملحقہ کیبن میں داخل ہوا۔

دفعتاً رینا نے سوچا کہ اپائنٹمنٹ نہ ملے تو بہتر ہے۔ وہ ان لوگوں کے اُس تزک و احتشام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب اُسے پرنس عبدالمنان پر سچ مچ غصہ آنے لگا تھا۔ اس پائے کا آدمی اور اتنی گھٹیا قسم کی ازدواجی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اپنے ملک کے اتنے دولت مند آدمی تک تازندگی اُس کی رسائی نہ ہو سکتی اور یہ عبدالمنان کتنی بے بسی سے اس کے رحم و کرم پر خود اُس کی چھت کے نیچے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ بے چارہ عبدالمنان غصے کے باوجود اُسے اس پر ترس آیا۔

اتنے میں سنتری بھی آگیا.... اور پُر تاسف لہجے میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے محترمہ.... مادام اپنی خواب گاہ میں ہیں.... ان کے آرام میں خلل نہیں ڈالا جا سکتا۔!"

"خیر.... پھر سہی....!" رینا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے ٹھکانے کی طرف واپس جاتے وقت سوچ رہی تھی کہ عبدالمنان کا چھٹکارا اُس عورت سے ہونا ہی چاہئے۔ کرسٹو پاؤلس چیف ہی کا نمائندہ تو تھا۔ اس کی بھی یہی خواہش ہے کہ اُن دونوں میں علیحدگی ہو جائے۔!

پتہ نہیں یہ عبدالمنان کس قسم کا آدمی ہے۔ اگر سچ مچ وہ اپنی بیوی کو اتنا ہی چاہتا ہے تو پھر قدیم عشقیہ داستانوں پر یقین نہ کر لینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔!

کرسٹو پاؤلس نے اُسے تین مختلف فون نمبر دیئے تھے کہ وہ جب چاہے اُسے ان نمبروں پر تلاش کر سکتی ہے۔ رینا نے سوچا کیوں نہ شہر ہی کے کسی ٹیلی فون بوتھ سے اس کو بھی مطلع کر دے کہ پرنس کی بیوی سے اُس کی ملاقات نہیں ہو سکی۔

ایک جگہ گاڑی روک کر وہ اتری.... سامنے ہی ایک ڈرگ اسٹور تھا۔ اُس کے فون پر کرسٹو

پاؤلس کے دیئے گئے نمبر ڈائیل کرنے شروع کئے۔ وہ دوسرے نمبر پر مل گیا۔

رینا نے اُسے بتایا کہ وہ مادام روشی سے نہیں مل سکی۔

"تم اُسے سنبھالے رکھو جو تمہارے قبضے میں ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بقیہ معاملات میں خود دیکھوں گا۔ اس کی دلجوئی کرو۔!"

"اچھا....!" رینا نے طویل سانس لی اور ریسیور رکھ دیا۔

گھر پہنچی تو ملازم نے بتایا کہ دیر سے ایک آدمی مہمان کے کمرے میں ہے اور کبھی کبھی دونوں جوش میں آکر اونچی آوازوں میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔

کمرے کا دروازہ اندر سے بولٹ کر دیا گیا تھا۔

ان دونوں کی آوازیں باہر بھی سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن موضوع گفتگو رینا کی سمجھ میں نہ آسکا۔

اس نے دروازے پر دستک دی اور اندر فوری طور پر خاموشی چھا گئی پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔

"میں معافی چاہتا ہوں محترمہ....!" دروازہ کھولنے والے نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "آپ غالباً پرنس کے میزبان ہیں۔!"

پھر وہ ایک طرف ہٹ گیا اور رینا اندر داخل ہوئی۔

سامنے آرام کرسی پر پرنس نظر آیا۔ اُس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

"مادام روشی سے ملاقات نہیں ہو سکی۔!" رینا نے پرنس سے کہا۔

اتنے میں دوسرا آدمی آگے بڑھ کر بولا۔ "میں مادام روشی کا وکیل ہوں وہ اس سلسلے میں کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتیں۔!"

"تو تم یہاں کیا کر رہے ہو....!" رینا کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"میں پرنس سے گفتگو کر رہا تھا۔!"

"کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی۔!"

"میں نہیں سمجھا محترمہ....!" وکیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پرنس کے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی۔!"

"لیکن پرنس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں محترمہ....!"

"مجھ کو اعتراض ہے.... یہ میرے مہمان ہیں.... تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ.... پرنس نے سمن لے لیا ہے۔ اب عدالت ہی میں سارے معاملات طے ہوں گے۔!"

"لیکن پرنس تو.... کہہ رہے تھے۔!"

"پرنس کچھ بھی نہیں کہہ رہے تھے.... پرنس بیمار ہیں۔ اس قسم کی باتیں اُن کے اعصاب پر بُرا اثر ڈال سکتی ہیں۔!"

وکیل نے پرنس کی طرف دیکھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔!" پرنس بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیکن ابھی تو آپ....!"

"بس....!" رینا ہاتھ اٹھا کر چیخی۔ "باہر چلو.... اس کمرے میں کوئی بات نہیں ہو سکتی۔!"

"آپ میری توہین کر رہی ہیں محترمہ....!"

"تم جاتے ہو یا نوکروں کو آواز دوں۔!" رینا بالکل ہی آپے سے باہر ہو گئی۔

"میں جا رہا ہوں.... میں جا رہا ہوں....!" وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "لیکن شائد آپ کو بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑے۔!"

رینا سختی سے ہونٹ بھینچے اُسے گھورتی رہی۔ وہ باہر چلا گیا۔ اسکے بعد وہ بھی کمرے سے نکلی تھی۔ اُس کو شدت سے غصہ آیا۔ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ وکیل وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر پرنس کے کمرے میں آئی۔

پرنس کی آنکھیں بند تھیں وہ آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" رینا بولی۔ "میری عدم موجودگی میں تمہیں پریشانی ہوئی۔!"

پرنس نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں اور اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ گہرے غم کی پرچھائیں اس کے چہرے پر لرز رہی تھی۔!

"تم بالکل فکر نہ کرو.... آخری سانسوں تک میں تمہارے لئے لڑوں گی۔!"

رینا آگے بڑھتی ہوئی بولی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ دو موٹے موٹے قطرے پرنس کی آنکھوں سے ڈھلک گئے۔!

یک بیک رینا کو پھر غصہ آ گیا اور وہ پیر پٹخ کر بولی۔ "پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو۔!"

"مجھے آج تک کوئی بھی نہیں سمجھ پایا۔!" پرنس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔

"ارے....!" رینا متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹی۔

"یہی تو میری بدنصیبی ہے۔!" وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "چلو بیرونی برآمدے میں بیٹھیں.... میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔!"

"چچ.... چلو....!" وہ اُسے گھورتی ہوئی ہکلائی۔

اس کا اس طرح اچانک اپنے پیروں پر چل پڑنا معجزہ ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آج صبح دو نوکروں کی مدد سے وہ بیرونی برآمدے میں لایا گیا تھا۔ نوکر بھی اُسے بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔

برآمدے میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رینا خاموش کھڑی رہی۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پرنس ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میں تمہیں بتاؤں کہ یہ سب کیونکر ہوا۔!"

رینا بیٹھ گئی۔

"اس نابکار کی ایک بات پر مجھے اس شدت سے غصہ آیا کہ میں اس پر جھپٹ پڑا۔ یقین کرو.... اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں کبھی کسی تکلیف میں مبتلا نہ رہا ہوں اور پھر اُسے موقع مل گیا.... بلیک میلر.... کتا....!"

"کس بات کا موقع مل گیا....؟"

"وہ کہنے لگا کہ میں اچانک اپاہج ہو جانے کی ایکٹنگ کرتا ہوں۔ اب تو مادام روشی کا کیس اور بھی مضبوط ہو گیا۔"

"لیکن وہ آیا کیوں تھا....؟"

"یہ میری بدنصیبی کی ایک لمبی داستان ہے۔!"

"اب اگر تم نے اپنے لئے لفظ بدنصیبی استعمال کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔

رینا نے کچھ دیر بعد کہا۔ "میں تمہارا محل دیکھ آئی ہوں۔ اتنے دولت مند ہونے کے باوجود بھی تم باہمت نہیں ہو۔ مجھے افسوس ہے۔!"

"وہ.... وہ عورت میری کمزوری ہے۔!"

"بکواس ہے.... تم نے فرض کر لیا ہے.... وہم میں مبتلا ہو صرف وہی عورت تم جیسے مرد

کی کمزور ہو سکتی ہے۔ جو تمہیں شدت سے چاہتی ہو۔!“

”پتہ نہیں.... ! میری سمجھ میں نہیں آتا۔!“

”وہ کیوں آیا تھا....؟“

”روشی کا پیغام لایا تھا.... کہہ رہا تھا کہ وہ عدالت سے اپنی درخواست واپس لے سکتی ہے بشرطیکہ میں اپنا ایک کارخانہ اس کے بھائی کے نام منتقل کر دوں۔!“

”ہوں....!“ رینا اُسے گھورتی ہوئی غرائی۔ ”اب تک اس قسم کے کتنے سودے ہو چکے ہیں۔!“

”نہیں نہیں.... اسے سودے بازی نہ سمجھو....!“ وہ دردناک لہجے میں بولا۔

”تم میرے سوالات کا صرف جواب دو پرنس....!“

”میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرے پاس جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ بہر حال میں اُسے بہت کچھ دے چکا ہوں۔!“

”تو پھر تم اس بات پر تیار ہو گئے تھے۔!“

”میری دشواریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو اچھی لڑکی....!“

رینا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اُسے بغور دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تمہیں اتنا غصہ کس بات پر آیا تھا کہ تم بے ساختہ اس پر جھپٹ پڑے تھے۔!“

”وہ دوسری بات تھی۔!“ پرنس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور نظریں نیچی کر لیں۔

”تم مجھے سب کچھ بتاؤ۔!“

”اُس نے مجھے دھمکی دی تھی۔!“

”کس قسم کی دھمکی....؟“

”اس نے کہا تھا کہ اس نے روشی کے لئے بہت سی خدمات انجام دی ہیں اور وہ صحیح معنوں میں اُس کا معیار ہے۔ ہو سکتا ہے تجھ سے گلو خلاصی کے بعد وہ اسی سے شادی کرے۔!“

”آہا....!“ رینا زہریلے لہجے میں بولی۔ ”تو یہ جوش رقابت تھا جس نے تمہیں اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا۔!“

”جو بھی سمجھو....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

”ادھر! میری طرف دیکھو تم وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔ اس کیس کو عدالت میں جانے دو۔ ہاں کیا تم نیلم پیلس بھی اُس کے نام منتقل کر چکے ہو۔!“

”نہیں ایسا تو نہیں ہوا....!“

”اندازاً.... وہ اب تک تم سے کتنا وصول کر چکی ہو گی۔!“

”دس لاکھ کیش اور دو کارخانے۔!“

”خدا کی پناہ.... اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم قریب قریب کنگال ہو چکے ہو۔!“

”کنگال....!“ وہ احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”نہیں تو.... بھلا اتنے میں کوئی کنگال کیونکر ہونے لگا۔!“

”کیا تمہارا ایسا کوئی دوست نہیں تھا جو تمہیں اُس کے چنگل میں نہ پھنسنے دیتا۔!“

”پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بھلا اس میں پھنسنے پھنسانے کی کیا بات ہے۔ میں نے اُسے چاہا۔ اس سے شادی کی۔ پھر اس کے مطالبات پورے کرتا رہا۔ کون ہے اس دنیا میں جسے دولت کی خواہش نہ ہو۔ کون نہیں چاہتا کہ اس کے اعزہ بہتر طور پر زندگی بسر نہ کریں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کی ذات سے اُس کے اعزہ کو فائدہ پہنچے۔ کتنی عمدہ اسپرٹ ہے اُس کے دل میں انسانیت کا درد ہے۔ ایک کارخانہ اس نے اپنے ایک لنگڑے خالو کو دلوا دیا اور ایک کارخانہ اپنے بوڑھے باپ کو۔!“

رینا اُسے اس طرح دیکھے جا رہی تھی جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو کم از کم اس دنیا کی مخلوق تو ہرگز نہ ہو۔

”تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”لیکن یقین کرو کہ ایک دن وہ تمہیں بالکل کنگال کر دے گی۔!“

”ارے ایسا نہیں.... ایسا بھی کیا....!“

”اچھا تو سنو.... تم سچ مچ بالکل احمق ہو.... اسی قابل ہو کہ لوگ تمہاری کھال اتار دیں۔ میری طرف دیکھو.... عورت کو صرف عورت ہی پہچان سکتی ہے۔ مرد نہیں.... تم اسے جذبات کی آنکھ سے دیکھتے ہو۔ عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھ سکتے۔!“

”ہاں یہ بات تو ہے....!“ وہ بھولے پن سے بولا۔ ”میں سوچتا ہوں مجھے عقل استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود ہی بہت بڑی دانش مند ہے۔!“

”واقعی دانش مند ہے۔!“ وہ زہر خند کے ساتھ بولی۔ ”اپنے بچے کے ساتھ ہی ساتھ تم جیسے نابالغ کا بوجھ بھی کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔!“

”میں کیا کروں! میری باتیں کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صرف وہی سمجھ سکتی ہے۔!“

”اچھا عبدالمنان اب تم خاموش رہو۔!“

”وہ بھی آخر کار یہی کہنے لگتی ہے.... میں کیا کروں....؟“

اتنے میں وکیل کی گاڑی پھر آتی دکھائی دی۔ برآمدے کے قریب ہی آرکی تھی۔

”ایک بات تو رہ گئی پرنس....!“ وہ گاڑی سے اترتا ہوا بلند آواز میں بولا۔

”مجھے بھی ایک بات کہنی تھی۔!“ ریتا نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”اچھا ہوا تم واپس آگئے۔!“

وہ برآمدے کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن ریتا کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

”پرنس....! میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مادام روشی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی.... وہ خود ہی۔!“

”شٹ اپ....!“ پرنس دہاڑتا ہوا اٹھ گیا۔

”وکیل کو جملہ پورا کرنے دو....!“ ریتا نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آرام کرسی پر دھکیلتے ہوئے کہا۔ ”ہاں وکیل تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“

”یہ مادام روشی ہی کی پیش کش ہے کہ وہ پرنس سے چھٹکارا پانے کے بعد مجھ سے شادی کریں گی۔!“

پرنس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان بند کر لئے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

ریتا ہنس پڑی اور وہ قہر آلود نظروں سے اُسے گھورنے لگا۔

”بس اب میں چلا....!“ وکیل واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

”ٹھہرو....!“ ریتا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”روشی سے کہہ دینا کہ میں اور پرنس پرانے دوست ہیں۔ کئی سال ہوئے ہماری ملاقات فلورنس میں ہوئی تھی۔ میں پرنس کو پسند کرتی ہوں لہٰذا اسے روشی سے چھڑا دینے میں اپنا سارا زور صرف کر دوں گی اور پھر ہم دونوں شادی کر لیں گے۔!“

”یہ بات ہے....!“

”بالکل....!“

”ریتا نے پرنس کے چہرے پر بے بسی کے آثار دیکھے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شکاریوں کے درمیان کھڑا ہوا کوئی چوپایہ تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔!“

وکیل نے ایک بار غور سے ریتا کو دیکھا اور چپ چاپ گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر جب اس کی گاڑی واپسی کے لئے مڑ رہی تھی پرنس کراہا۔ ”تم نہیں سمجھ سکتیں کہ کیا کر گذری ہو۔!“

”تم اب کسی معاملے میں قطعی نہیں بولو گے... سمجھے.... میں ان دوغلی عورتوں سے نپٹنا خوب جانتی ہوں۔!“

”دوغلی....!“ پرنس نے خوف زدہ لہجے میں دہرایا۔

”ہاں دوغلی.. اگر وہ صرف انگریز یا خالص برمیز ہوتی تو اس سے ایسی حرکت سرزد نہ ہوتی۔!“

پرنس تھوک نگل کر منہ چلانے لگا۔

”میں سچ مچ تمہیں چاہنے لگی ہوں۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”بس یہی نہ کہو....!“ پرنس زور دینے والے انداز میں بولا۔

”کیوں....؟“

”مجھے اس قسم کے الفاظ زہر لگنے لگے ہیں۔ وہ بھی ابتدا میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔!“

”ادھر دیکھو....! میری طرف.... کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے۔!“

”نہیں....!“

”تو پھر....؟“

”میری سمجھ میں نہیں آتا....!“

”کیا سمجھ میں نہیں آتا....!“

”میں کچھ دیر کے لئے تنہائی چاہتا ہوں۔!“

”تنہائی.... تعجب ہے کہ تمہیں آج تک تنہائی کا احساس نہیں ہوا۔ تم اس وقت بھی تنہا ہو۔ میری موجودگی میں۔!“

وہ سر اٹھائے ہونقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ پھر ریتا وہاں سے چلی گئی تھی۔

* * *

صفدر کنفیشن چیئر سے چھٹکارا پانے کے بعد سے میک اپ میں رہنے لگا۔ اپنی پچھلی رہائش گاہ فی الحال چھوڑ کر گرینڈ ہوٹل میں دو کمروں کی جگہ حاصل کر لی تھی اور عمران کے قیدیوں کی دیکھ بھال اسی کے ذمے تھی۔

جیری اور جرمی صرف لوسیل دے سوندے کی نشاندہی کر سکے تھے۔ دلبر سیناکس نے جن پانچ آدمیوں کے لئے پتے لکھوائے تھے ان میں جیری اور جرمی بھی شامل تھے لیکن جیری اور جرمی نے

دلبر سینا کس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

بقیہ تین آدمیوں کے پتے صفدر کے پاس موجود تھے۔ اُس نے اُن کے متعلق چھان بین کی تھی اور اب ایکس ٹو کو اس کی رپورٹ دینے جارہا تھا۔

ہوٹل کا فون استعمال کرنے کے بجائے اس نے کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ کو ترجیح دی۔

نمبر ڈائیل کئے! لیکن دوسری طرف سے جواب نہ ملا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آتی رہی۔ اس نے ریسیور رکھ کر سلسلہ منقطع کردیا۔

پچھلی گرفتاریوں کے بعد سے انہیں ایکس ٹو سے ہدایت ملی تھی کہ وہ ساری رپورٹیں براہِ راست ایکسٹو ہی کو دیا کریں۔ اگر فون پر رابطہ قائم نہ ہو سکے تو پھر جولیانا فٹنر واٹر کو وہی رپورٹیں دے دی جائیں۔

صفدر نے جولیا کے نمبر ڈائیل کئے۔

”ہیلو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”صفدر.... رپورٹ ہے....!“

”وقت نہ ضائع کرو.... سائیکو مینشن پہنچ جاؤ.... احکامات بدل چکے ہیں۔ اب وہ ہماری اعلیٰ ذہنی تربیت کرنا چاہتا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”یہاں آئے بغیر نہیں سمجھ سکو گے۔ اگر کوئی رپورٹ ہے تو سب موجود ملیں گے۔!“

صفدر نے سلسلہ منقطع کرکے بوتھ سے باہر آگیا۔

اس کی گاڑی تو تباہ ہی ہو چکی تھی.... فوری طور پر کسی دوسری گاڑی کا انتظام نہیں ہو سکا تھا۔ سائیکو مینشن کی سرکاری گاڑیاں بہت ہی خاص حالات میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے آج کل ٹیکسیوں ہی کے سہارے بھاگ دوڑ والی زندگی گذر رہی تھی۔

وہ فٹ پاتھ پر کھڑا ہو کر کسی خالی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی۔

”سیدھے چلو....!“ وہ پچھلی سیٹ کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

ٹیکسی چل پڑی لیکن ٹھیک اسی وقت ایک دوسری گاڑی نے بھی صفدر کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ وہ داہنی جانب والی گلی کے سرے پر کھڑی تھی۔ ٹیکسی کے حرکت مین آتے ہی وہ بھی سڑک پر آگئی تھی۔ صفدر نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی کی اور عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ گاڑی ٹیکسی کے پیچھے آرہی تھی۔

”اگلے چوراہے پر بائیں جانب موڑ لینا۔!“ صفدر نے ڈرائیور سے کہا۔

پچھلی گاڑی اب بھی سائے کی طرح ساتھ لگی نظر آئی۔

جلد ہی صفدر کو یقین ہو گیا کہ تعاقب کیا جارہا ہے اس لئے اس نے سائیکو مینشن جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ”اب اگلے موڑ سے مجھے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچادو۔!“

کلب کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ٹیکسی رک گئی۔ صفدر نہایت اطمینان سے نیچے اترا اور ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنے لگا۔

دوسری گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل نہیں ہوئی تھی.... لیکن اُسے ڈرائیو کرنے والا پھاٹک پر دکھائی دیا.... صفدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈائیننگ ہال میں داخل ہو کر اپنے لئے ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا۔

تعاقب کرنے والی گاڑی کا مالک بھی کچھ دیر بعد ڈائیننگ ہال میں نظر آیا۔

اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر کا اندازہ تھا کہ اس نے بھی اپنے لئے ایسی ہی میز منتخب کی ہے جہاں سے اُس پر بخوبی نظر رکھ سکے گا۔

اس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی طلب کی اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا چہرے سے سخت گیری عیاں تھی۔

وہ صفدر کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن صفدر کو تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے ہزار آنکھوں سے گھورے جارہا ہو۔

اس نے سوچا کہ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میک اپ میں ہونے کے باوجود بھی وہ پہچانا جاچکا ہے۔ لیکن کس طرح؟ پھر اچانک اسے احساس ہوا.... وہ ان تینوں آدمیوں کے متعلق چھان بین کرتے وقت اُن کی توجہ کا مرکز بنا ہوگا۔ ویسے اُس نے اس میں خاصی احتیاط برتی تھی۔ اے دن خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے اور کسی خاص نظام کے تحت اس نے اپنا جال پورے شہر میں بچھار کھا ہے۔

تعاقب کرنے والا ویٹر کو اپنا آرڈر نوٹ کرارہا تھا۔ اس کے بعد صفدر نے اُسے کاؤنٹر کی

طرف جاتے دیکھا۔ سگریٹ سلگا کر وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ تعاقب کرنے والا اب کاؤنٹر کے فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔

دفعتاً صفدر کو خیال آیا کہ کہیں اب اُسے گھیرنے کی کوشش تو نہیں کی جا رہی ہے۔

اتنے میں ویٹر اس کے لئے کافی لایا... اور اُس کے لوازمات میز پر رکھنے لگا۔

تعاقب کرنیوالے نے زیادہ دیر تک فون پر گفتگو نہیں کی تھی۔ وہ بھی اپنی میز پر واپس آ گیا۔

صفدر اطمینان سے کافی پی رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کافی ختم کر کے وہ بھی کاؤنٹر ہی کا فون استعمال کرے گا اور اُس وقت تک باہر نہیں نکلے گا جب تک اس کے ساتھی وہاں نہ پہنچ جائیں۔

تعاقب کرنے والا آہستہ آہستہ کچھ کھا رہا تھا... صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محض وقت گذاری ہی کے لئے ہو سکتا ہے۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے... اور اس دوران میں صفدر نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کرنا بھی ملتوی کر دیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہی کام کرتے۔ اُن سے اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔

مزید پندرہ منٹ گذر گئے... تعاقب کرنیوالا اب کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر سگار پی رہا تھا۔

صفدر نے سوچا کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے وہ یقینی طور پر اپنے کچھ دوسرے ساتھیوں کو طلب کر کے ان کا منتظر ہے۔

ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔

صفدر آج زندگی میں پہلی بار نہ جانے کیوں اپنی قوت فیصلہ کھو بیٹھا تھا۔ کبھی سوچتا کہ ساتھیوں کو اس سچویشن سے مطلع کر دینا چاہئے اور کبھی سوچتا کہیں یہ محض اتفاق ہی نہ ہو۔!

وقت تیزی سے گذر رہا تھا... دس منٹ مزید... اسی حیص بیص کی نذر ہو گئے۔

تعاقب کرنے والے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اب یہیں ڈیرہ ڈال دینے کا ارادہ ہو۔

دفعتاً صفدر اپنی جگہ سے اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے سر اٹھا کر دیکھا۔

”فون...!“

اُس نے دوسرے سرے پر رکھے ہوئے فون کیطرف اشارہ کیا اور پھر رجسٹر کیطرف متوجہ ہو گیا۔

صفدر جھک کر نمبر ڈائیل کر ہی رہا تھا کہ بائیں پہلو میں کوئی سخت سی چیز چبھی... وہ چونک کر مڑا۔ تعاقب کرنے والا اُس سے لگا کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اور پھر وہ صفدر کے تیور بدلنے سے پہلے ہی آہستہ سے بولا۔ ”جدوجہد کا نتیجہ میرے کوٹ کی جیب سے نکل کر تمہارے دل میں پیوست ہو سکتا ہے۔! لہٰذا خاموشی سے باہر نکل چلو...!“

”میں لٹریچر کا طالب علم نہیں ہوں...!“ صفدر خوش دلی سے ہنس کر بولا۔ ”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

پہلو میں چبھنے والی چیز کا دباؤ بڑھ گیا... وہ کسی ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔ جو حریف کے کوٹ کی جیب میں موجود تھا۔

صفدر ٹیلی فون چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب ریوالور کی نال کمر سے جا لگی تھی۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر کلرک نے اُن پر اچٹتی سی نظر ڈالی تھی اور پھر رجسٹر پر جھک پڑا تھا۔

وہ اسی طرح باہر آئے... اجنبی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ”تم ہی ڈرائیو کرو گے۔!“

صفدر کمپاؤنڈ کے باہر اُس کی گاڑی کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کر گذرنا چاہئے... لیکن حریف پوری طرح ہوشیار تھا اور ایسے مواقع پر استعمال کئے جانے والے ریوالوروں میں سائیلنسر ضرور لگا ہوتا ہے۔

طوعاً و کرہاً اُس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پھر اندر بیٹھ بھی گیا لیکن اس دوران میں ریوالور کے دباؤ میں کمی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ حریف ایک پل کے لئے بھی غافل نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی خود بھی گاڑی میں داخل ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ سے وہ صفدر کو اگنیشن کی دیتا ہوا بولا۔ ”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا۔!“

صفدر احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”بالکل ایسی ہی ایک سچویشن میں نے کسی انگریزی فلم میں دیکھی تھی۔ غالباً تمہاری جیب میں سائیلنسر لگا ہوا ریوالور ہے لیکن آخر اس کا مطلب کیا ہے۔!“

وہ ہونقوں کے سے انداز میں سنجیدہ نظر آنے لگا۔

”چلو...!“ حریف آنکھیں نکال کر غرایا۔

”اس کا گیئر سسٹم تو سمجھا دو پہلے...! اس میک کی گاڑی میں نے پہلے کبھی نہیں چلائی۔!“

”پہلا نیچے، دوسرا اُوپر، تیسرا دبا کر نیچے اور چوتھا.... چلو بس....!“

صفدر نے اگنیشن میں کنجی لگائی.... انجن اسٹارٹ کیا.... گاڑی چل پڑی.... ریوالور کا دباؤ بائیں پہلو پر بدستور موجود تھا۔

”بس سیدھے چلو....!“

صفدر سوچ رہا تھا بُرے پھنسے.... یقیناً اُن تینوں کے متعلق چھان بین کرنے کے دوران ہی میں وہ ان لوگوں کی نظروں میں آ گیا ہو گا۔

ولبر سناکس کے بیان کے مطابق اُس کا چیف خطرناک آدمی تھا۔ ویسے وہ ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا جن کے ذریعے اس کی نشان دہی ہو سکے۔ ڈی سوزا اس کی لڑکی اور ایک اجنبی غالباً اسی لئے اپنے انجام کو پہنچے تھے۔! لوسیل بھی شاید اسی پیش بینی کا شکار ہوئی تھی لیکن یہ تین آدمی اب بھی زندہ تھے جن کی نشان دہی ولبر سناکس نے کی تھی۔!

ہو سکتا ہے یہ تینوں اسی لئے اپنی جگہوں سے نہ ہٹائے گئے ہوں کہ چیف کو ولبر سناکس کے زندہ ہونے کا ثبوت مل سکے۔ کیونکہ اُن کی نشان دہی فی الحال وہی کر سکتا تھا اور وہ خود ان کی قید میں تھا۔

واقعات کا یہ موڑ خطرناک تھا۔! صفدر ایک بار عمران کی وجہ سے کنفیشن چیئر کی اذیتوں سے بچ گیا تھا لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ آج بھی کوئی انہونی ہو سکے اور عمران....؟ اس کا تو کہیں پتہ نہ تھا۔

کاش اُس سے یہ حماقت سرزد نہ ہوئی ہوتی۔ اسی وقت جولیا کو فون پر حالات سے آگاہ کر دیتا جب تعاقب کرنے والا کھانے میں مشغول تھا۔

”اب کیا ہو سکتا ہے۔!“

اُس نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ دفعتاً اُسے ایکس ٹو کا خیال آیا.... وہ تو کبھی غافل نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے پچھلی گاڑیوں میں کسی ایک میں خود موجود ہو۔

اس نے طویل سانس لی۔!

”اب بائیں جانب موڑ لو....!“ حریف بولا۔

صفدر خاموشی سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ساحل کی طرف جا رہے تھے! سڑک سنسان تھی لیکن پیچھے ایک گاڑی ابھی تک عقب نما آئینے میں دکھائی دے رہی تھی۔! صفدر نے سوچا یقیناً وہ ایکس ٹو ہی ہو سکتا ہے یا پھر اس نے اپنے کسی ماتحت ہی کو بروقت مطلع کر دیا ہو۔

پھر خیال آیا کہ تعاقب کرنیوالے نے بھی تو فون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔ لیکن اگر اُس نے اپنے کچھ ساتھیوں کو وہاں بلایا تھا تو پھر تنہا ہی اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لے بیٹھا۔ کسی بھری پُری جگہ سے کسی کو اس طرح نکال لانا آسان کام تو نہیں ہو سکتا ہے۔ اُس نے صرف تعاقب کی اطلاع کسی کو دی ہو۔

کچھ بھی ہو.... اب اُسے آخری جدوجہد کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ اگر انہوں نے اس کو اذیت رساں برقی کرسی پر بٹھا کر سب کچھ اگلوا لیا تو اُس کے بعد بھی اُسے موت ہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ شاید اسے خودکشی کرنی پڑے۔ کسی ایسے حادثے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو منہ دکھانے کے قابل کہاں رہتا۔

دفعتاً اس نے گاڑی بائیں جانب والی ڈھلان کی طرف موڑ دی۔ دونوں اگلے پہئے کچے میں اترے ہی تھے کہ اس نے بڑی پھرتی سے ایکسلیٹر چھوڑ کر بریک پر پیر رکھ دیا۔ ساتھ ہی بایاں ہاتھ ریوالور کی نال پر پڑا تھا۔

یہ سب کچھ آنِ واحد میں ہوا تھا۔ ریوالور کی پوزیشن میں تبدیلی ہوتے ہی صفدر وحشیانہ انداز میں اپنے حریف پر پل پڑا۔ اس کا ریوالور جیب سے باہر آ گیا تھا لیکن شاید لاکڈ ہونے کی وجہ سے وہ اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

صفدر نے اُسے قابلِ استعمال بنانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کا پیر بریک ہی پر جما ہوا تھا اور وہ اپنے حریف کو پیسے ڈال رہا تھا لیکن اس سے قطعی بے خبر رہا کہ پیچھے آنے والی گاڑی کب رکی تھی اور کب اس پر سے ایک آدمی اترا تھا اور ایک وزنی اوزار سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ اُن دونوں کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔

پھر اُسکی لاعلمی ہی میں اُس کے سر پر قیامت ٹوٹی وہ وزنی اوزار بڑی قوت سے استعمال کیا گیا تھا۔ اس کا ذہن خود فراموشی کی تاریک دلدل میں ڈوبتا چلا گیا۔

⁂

وہ دونوں بے خبر سو رہے تھے۔! کسی نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ گھرے اندھیرے میں آنکھیں کھلیں اور دونوں ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔

”شور مت کرو....!“ ہلکی سی غراہٹ اندھیرے میں گونجی۔

وہ فوری طور پر ساکت ہو گئے۔ کٹہرے کے باہر گلیارے میں انہیں روشنی نہ دکھائی دی حالانکہ وہاں رات بھر روشنی رہتی تھی۔

عجیب سا سناٹا تھا جو ماحول پر طاری تھا۔ سنتریوں کے وزنی بوٹوں کی کھٹ پٹ بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔

”چپ چاپ باہر نکل چلو....!“ سناٹے میں تیز قسم کی سرگوشی ابھری۔

دونوں پہلے ہی کٹہرے کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔! کسی نے انہیں دھکیل کر کٹہرے سے باہر کر دیا۔ پھر زینوں کی طرف چلنے کے لئے کہا گیا۔

کھلی چھت پر پہنچنے کے بعد ہی وہ اس آدمی کو دیکھ سکے تھے۔ سر تاپا سیاہ پوش تاروں کی چھاؤں میں وہ ایک تاریک سایہ لگ رہا تھا۔

”کیا تم دونوں رسی کے سہارے نیچے اتر سکو گے....؟“ اس نے پوچھا۔ اُس کی آواز بھی عجیب تھی۔ پھنسی پھنسی.... اس آواز میں ہلکی سی غراہٹ بھی شامل تھی۔!

”سرکس میں کام کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا....!“ جیمسن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ اس کے باوجود بھی تم دونوں رسی کے سہارے ہی نیچے جاؤ گے۔!“

”آپ کون ہیں جناب....؟“ ظفر الملک نے سوال کیا۔

”یہ سب کچھ تمہیں نیچے پہنچ کر معلوم ہو گا۔!“

”اگر کچھ معلوم کرنے کے قابل ہی نہ رہ گئے تو....؟“ جیمسن بول پڑا۔

”تم خاموش رہو....!“ ظفر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”تم میں سے ظفر الملک کون ہے....؟“ سیاہ پوش کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

”میں ہوں جناب....!“

”یہ لفافہ احتیاط سے رکھو.... نیچے گاڑی موجود ہے۔! وہ تمہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچائے گی۔ وہاں تم اس لفافے میں پائی جانے والی تحریر کے مطابق عمل کرنا....!“

حوالات کی عقبی دیوار کے قریب ہی انہیں ایک سیاہ رنگ کی وین کھڑی دکھائی دی تھی۔

نیچے پہنچ کر جیمسن آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”کلاسیکی ادب میں کمند کا ذکر بھی جا بجا ملتا ہے۔ لیکن افسوس چرخ کج رفتار سے ہمیں چھت کے نیچے نہ دیکھا گیا۔!“

گاڑی سے ایک آدمی اتر کر اُن کی طرف بڑھا.... یہاں بھی اندھیرا ہی تھا وہ اُس کی شکل نہ دیکھ سکے۔

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ.... جلدی کرو....!“ آنے والا قریب پہنچ کر بولا۔

آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ گاڑی کے پچھلے حصے میں جا بیٹھے.... دروازہ بند کر دیا گیا۔

ابھی تک سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ گاڑی کا دروازہ بند ہو جانے پر کسی قدر حرارت کا احساس ہوا۔

گاڑی حرکت میں آچکی تھی۔ اندر اندھیرا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔

”وہ آدمی کون تھا....؟ یور ہائی نس....!“ جیمسن نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا....!“

”دیکھئے اب شامت کہاں لے جائے۔!“

”تم عورتوں کے سے انداز میں کیوں گفتگو کرنے لگے ہو۔!“

”اسے چھوڑیئے جناب والا.... میں بہت سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔!“

”کس مسئلے پر....؟“

”اگر آپ نے اس سر پھرے آدمی کا ساتھ نہ چھوڑا۔“

”خاموش....!“ ظفر نے آہستہ سے کہا۔ ”اگر تم نے کسی کا نام لیا تو گلا گھونٹ دوں گا۔!“

”میں کسی پردہ نشین خاتون کا نام نہیں لینے جا رہا تھا کہ آپ اس طرح برافروختہ ہو گئے۔!“

”برافروختہ کیا....؟“

”مطلب یہ کہ آپے سے باہر ہو گئے۔ خیر اسے بھی چھوڑیئے.. اس بات پر ایک شعر یاد آگیا۔!

داورِ حشر مرا نامہ اعمال نہ دیکھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں!“

ظفر کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد گاڑی رکی۔ لیکن اُن سے اترنے کو نہ کہا گیا۔

”اب کیا ہوا....؟“ جیمسن بڑبڑایا۔

”خاموش بیٹھے رہو....!“

دفعتاً گاڑی کا انجن پھر جاگا اور وہ حرکت میں آگئی۔ لیکن اس بار زیادہ دور نہیں چلی تھی۔ جھٹکے کے ساتھ کار رکی اور عقبی دروازہ کھلتے ہی دونوں روشنی میں نہا گئے۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا.... جس میں تیز روشنی والے بلب جگمگا رہے تھے۔

"کیا یہ کسی فلم اسٹوڈیو کا کوئی فلور ہے۔!" جیمسن نے ظفر سے پوچھا۔

"بکو مت.... نیچے اترو....!"

"اوہو....!" جیمسن نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کو حیرت سے دیکھا۔

"ہیلو کیپٹن خاور....!" ظفر اُس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"تمہارا املازم یہیں رہے گا....!" کیپٹن خاور بولا۔ "اور تمہیں اُن ہدایات پر عمل کرنا ہے جو تمہارے پاس موجود ہیں۔!"

"اوہو....!" ظفر کو لفافہ یاد آیا۔

لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے کی تحریر کے مطابق اُسے اب عمران کے میک اپ میں اسی کے فلیٹ میں رہائش اختیار کرنی تھی۔

"لیکن جیمسن....!" ظفر نے استفہامیہ نظروں سے خاور کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ یہیں رہے گا ہمارے ساتھ.... تم اُس کی فکر نہ کرو۔!"

"کیا یہاں اردو کا کلاسیکی لٹریچر فراہم ہو سکے گا جناب....!" جیمسن بول پڑا۔

"جو کچھ بھی چاہو گے مہیا کر دیا جائے گا۔!"

"مناسب ہے....!"

ظفر اُسے گھور کر رہ گیا۔

◆

صفدر اب پوری طرح ہوش میں تھا۔ لیکن سر کی تکلیف کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔ وہ اُن لوگوں کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ اس وقت اُس کے قریب دو آدمی موجود تھے۔!

"یہ وہی ہے.... یقین کرو....!" ایک کہہ رہا تھا۔

"جب تک کوئی واضح ثبوت نہ ہو کیسے سمجھ لوں۔!" دوسری آواز آئی۔

"میں نے کوپر کے پاس تصویر دیکھی تھی جو اُسے چیف کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مقصد یہ تھا کہ اس آدمی کو تلاش کیا جائے۔!"

"تو پھر کوپر کو یہاں بلاؤ.... اُسے ہدایت کرو کہ تصویر سمیت آئے۔!"

"کیا یہ میک اپ میں نہیں تھا....؟"

"یقیناً تھا....!"

"تو پھر....؟"

"بیکار بحثوں میں نہ پڑو.... کوپر کو بلاؤ....!"

چند لمحے خاموشی رہی پھر صفدر نے فون پر نمبر ڈائیل کرنے کی آواز سنی۔ پھر کہا گیا۔

"شائد کوپر موجود نہیں۔!"

"کہاں ہوگا....؟"

"شاید گرینڈ میں....!"

"اُسے یہاں موجود ہونا چاہئے۔ اگر ایسی کوئی بات ہے۔!"

"اوہو.... تو کیا اب مجھے گرینڈ جانا پڑے گا۔!"

"یقیناً....!"

"اچھی بات ہے....!"

"تم جانتے ہو کہ یہ کتنا ضروری ہے.... اگر ایسی کوئی بات ہے تو چیف کو اس سے فوری طور پر آگاہ ہونا چاہئے اور ہم میں صرف کوپر ہی ایسا ہے جو بروقت چیف سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... مجھے دھیان نہیں تھا....!"

پھر صفدر نے قدموں کی چاپ سنی.... سر کی تکلیف بدستور موجود تھی۔ لیکن شاید اب وہ آنکھیں کھول سکتا۔

آنکھوں میں خفیف سادرہ کر کے اس نے آواز کی جانب دیدے گھمائے۔

یہ تو وہی آدمی تھا.... جو اُسے ٹپ ٹاپ سے یہاں تک لایا تھا۔ اُس کی مٹھیاں بھنچنے لگیں۔

وہ آدمی اس کمرے میں تنہا تھا.... اور اب یہ سوچنے کا موقع قطعی نہیں تھا کہ یہاں کے مختلف حصوں میں اور کتنے آدمی موجود ہوں گے۔!

دفعتاً اس نے اپنے حلق سے عجیب سی آواز نکالی اور وہ آدمی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

صفدر نے اسی قسم کی کچھ اور آوازیں بھی نکالیں اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بستر کے قریب آ کھڑا ہوا۔

پھر قریب سے دیکھنے کے لئے اُس کے چہرے پر جھکا ہی تھا کہ صفدر نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن دبوچ لی۔ کچھ دیر پہلے محسوس کی جانے والی نقاہت حیرت انگیز طور پر زائل ہو چکی تھی اور وہ خود کو پہلے سے بھی توانا محسوس کرنے لگا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جان لے لینے یا دے دینے کا وحشیانہ جذبہ رہا ہو جس نے اُسے فی الفور اتنی توانائی بخش دی تھی۔

وہ اُس کا گلا گھونٹتا ہی چلا گیا۔ ویسے حریف بھی جان بچانے ہی کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ لہٰذا دفاعی حرکتیں شدید تھیں۔

وہ صفدر کے اوپر ہی گرا تھا اور اُسے پیس ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کئے دے رہا تھا۔ لیکن اس کی گردن پر صفدر کی گرفت بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اب حریف ایک بوجھ کی طرح اس پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

وہ اسے پرے جھٹک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ فرش پر جا پڑا تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ گاڑی کی کنجی اور ایک پرس کے علاوہ اور کچھ نہ برآمد ہوا۔

پرس اس نے وہیں ڈال دیا اور میز پر سے اُس کی فیلٹ ہیٹ اٹھائی اور اسے سر پر جماتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔ سر پر بندھی ہوئی پٹی ہیٹ کے نیچے چھپ گئی تھی۔

راہداری میں اسٹینڈ پر ایک اوور کوٹ نظر آیا۔ صفدر نے اسے بھی کھینچا اور جلدی سے پہن لیا۔

اب وہ تیزی سے راہداری کے سرے کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

نکاسی کے دروازے کی تلاش تھی۔ اس کے علاوہ اور کسی طرف دھیان دینا نہیں چاہتا تھا۔

باورچی خانے کے قریب سے گذرتے وقت اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی موجود ہے۔

صدر دروازے پر پہنچ کر اس نے نہایت اطمینان سے ہینڈل گھمایا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔

باہر کمپاؤنڈ میں وہی کار کھڑی دکھائی دی۔ جس پر یہاں تک لایا گیا تھا۔ ایک بار پھر اُسے کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع ملا اور اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زیادہ دیر تک اسٹیئرنگ نہ کر سکے گا۔

پورا جسم کانپ رہا تھا.... اور سر کی تکلیف پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔

وہ جلد از جلد اس گاڑی سے بھی پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

اندھیرا پھیل گیا تھا۔ سڑکوں کے پول روشن ہو چکے تھے اور سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا۔

اس نے ایک جگہ گاڑی روکی اور نیچے اتر کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ آیا تھا اور چلتے وقت گاڑی کے نمبر ذہن نشین کرنا نہیں بھولا تھا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کو اپنے رہائشی مکان کا پتہ بتایا۔ ہوٹل واپس جانا اب کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اول تو چہرے سے میک اپ ہی اتر چکا تھا، دوم یہ کہ اُن لوگوں کو اس ٹھکانے کا علم تھا۔

بہر حال اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی اصل قیام گاہ ہی کا رخ کرتا۔ زخمی حالت میں کسی تیسرے ٹھکانے کی تلاش عقل مندانہ فعل نہ ہوتا۔

ٹیکسی کچھ دیر بعد اُس کے مکان کے سامنے رکی اور اب اُسے احساس ہوا کہ نہ اُس کی جیبوں میں پیسے موجود ہیں اور نہ مکان کے قفل کی کنجی.... وہ تو ہوٹل میں ہی رہ گئی تھی اور پرس ان لوگوں میں سے کسی نے غائب کر دیا تھا۔

حریف کا پرس بھی وہ وہیں پھینک آیا تھا۔ اب کیا کرے؟ دفعتاً اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"اُوہو.... یہاں تو قفل پڑا ہوا ہے شائد وہ لوگ موجود نہیں.... اچھا واپس چلو....!"

"کدھر صاحب....؟"

"تم چلو.... میں بتاؤں گا....!"

گاڑی پھر چل پڑی۔ تھوڑی دور پر ایک ڈرگ اسٹور تھا اُس نے وہاں دوبارہ رکنے کو کہا۔

گاڑی سے اتر کر ڈرگ اسٹور میں آیا۔ یہاں کے سیلز مین اسے پہچانتے تھے اُس نے اُن سے فون مانگا اور پہلے ہی معذرت کر لی کہ وہ کال کے پیسے ابھی نہ دے سکے گا۔

وہ سب اخلاقاً ہنس پڑے تھے۔ جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔

بہر حال اس نے فون پر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

"اوہ تم....؟ کہاں غائب ہو گئے تھے۔!" اس نے پوچھا۔

مفصل گفتگو کا موقع نہیں... تم فوری طور پر کنگسٹن کے بس اسٹاپ پر پہنچو... میرے لئے کچھ رقم بھی لیتی آنا... جس ٹیکسی پر سفر کر رہا ہوں اسکا کرایہ ادا کرنے کیلئے جیب میں پیسے نہیں ہیں۔!"

"سنجیدہ ہو....؟"

“جلدی کرو!” اس نے ریسیور رکھ دیا اور سیل مینوں کا شکریہ ادا کر کے ٹیکسی میں آبیٹھا۔

“کنگسٹن کے بس اسٹاپ پر چلو....!” صفدر نے ڈرائیور سے کہا۔

اس کا اندازہ تھا کہ جولیا اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جائے گی۔ کیونکہ کنگسٹن کا بس اسٹاپ سائیکو مینشن سے زیادہ دور نہیں تھا۔

جولیا کی گاڑی اُسے دور ہی سے نظر آگئی۔ اُس کے پیچھے پارک کرنے کی جگہ بھی موجود تھی۔ اس نے ٹیکسی وہیں رکوائی اور نیچے اتر کر میٹر دیکھنے لگا۔ جولیا اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے قریب آگئی تھی۔ اس نے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔

صفدر نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا اور پھر جولیا کے ساتھ اس کی گاڑی میں آبیٹھا۔

“کدھر....؟” جولیا نے پوچھا۔

“میں زخمی ہوں.... اور اب میرے جسم میں سکت نہیں رہی۔ مجھے سائیکو مینشن میں لے چلو.... میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ ٹیکسی وہاں لے جا کر کسی سے کرایہ دلواؤں۔!”

“اوہو.... اچھا....!” جولیا نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

✡

پرنس عبدالمنان رینا کے لئے اچھا خاصا کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے۔

اب وہ روشی کا ذکر بھی چھیڑتی تو صاف اڑا جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے اُسے بھول ہی جانا چاہتا ہو۔

اُدھر چیف اے ون ہر روز رینا کو یقین دلانے کی کوشش کرتا رہتا کہ اس کے بھائی زندہ ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں لیکن کسی مصلحت کی بناء پر فی الحال ان لوگوں کو نہیں چھیڑنا چاہتا جو اُن کے اغواء کے ذمہ دار ہیں۔

پرنس عبدالمنان میں بھی وہ بہت شدت سے دلچسپی لے رہا تھا۔

آج ہی اُس نے اُس کے متعلق رینا کو کچھ ہدایات بھی دی تھیں اور رینا سوچ میں پڑ گئی تھی کہ عبدالمنان تو قطعی طور پر اس کا ذاتی مسئلہ تھا۔ پھر چیف بھی کیوں اس میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ اُس نے اس کو اپنے کارکن کرسٹوپاؤلس کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ اس کے بھائیوں کی تلاش میں مدد دے گا۔ لیکن عبدالمنان کی کہانی سنتے ہی وہ بھی اس ملاقات کے اصل مقصد سے روگرداں ہو گیا تھا۔ آخر وہ لوگ عبدالمنان کو کس مقصد کے حصول کے لئے ہموار کرنا چاہتے تھے۔

یہ مسئلہ اس کے لئے ایک نئی الجھن بن گیا تھا۔ لیکن وہ اس کا ذکر عبدالمنان سے نہ کر سکی۔ وہ تو بس اُسے مختلف قسم کی تفریحات میں الجھائے رہا کرتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اسے بتا رہی تھی کہ بیس بال کیسے کھیلا جاتا ہے۔ وہ خاموش ہوئی تو عبدالمنان اپنے قومی کھیل گلی ڈنڈے کے متعلق اُسے بتانے لگا۔

“دراصل....!” وہ محققانہ شان سے بولا۔ “دنیا کے ہر کھیل کی موجد ہماری ہی قوم ہے۔ تم لوگوں نے ان میں کلی پھندے لگائے اور ہڑپ کر گئے مثال کے طور پر گلی ڈنڈے کو تم لوگوں نے کسی قدر تصرف کے ساتھ کرکٹ یا بیس بال کی شکل میں اپنا لیا....!”

“یہ غلط ہے.... تم نے اپنی گلی ڈنڈے میں کسی گیند کا ذکر نہیں کیا....!”

“گلی کو گول کر کے گیند بنا لیا تو لوگوں نے....!”

“گلی کیسی ہوتی ہے....؟”

“تم اس طرح نہیں سمجھ سکو گی....!” عبدالمنان نے کہا اور گلی ڈنڈا بنانے کی فکر میں پڑ گیا۔

رینا کے ایک ملازم نے سامان فراہم کر دیا۔

رینا گلی کی شکل دیکھ کر بہت ہنسی اور بولی۔ “اسے کس طرح کھیلتے ہوں گے۔!”

“چلو میدان میں....!”

“یہاں نہیں....!”

“کیوں نہیں....!”

“تم نے دیکھا نہیں.... ملازم کس طرح ہنس رہے تھے تمہیں گلی ڈنڈا بناتے دیکھ کر۔!”

“خوش ہو رہے تھے ہم لوگ قومی چیزیں دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو جاتے ہیں۔!”

“پھر بھی یہاں نہیں.... کہیں اور چلیں.... تم جب سے یہاں آئے ہو باہر نہیں نکلے۔!”

“یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر میری شکار گاہ ہے.... وہیں چلتے ہیں۔!”

“شکار گاہ....؟”

“ہاں ہاں.... تمہیں حیرت کیوں ہے اُس رات ہم وہیں سے آ رہے تھے۔!”

“کیا اس پر بھی روشی کا قبضہ ہے۔!”

"میری زندگی میں کسی چیز پر بھی کسی کا قبضہ نہیں۔!"

"اچھا تو چلو.... لیکن ہم شام سے پہلے واپس آجائیں گے۔!"

"اب تو نہیں جائیں گے....!" دفعتاً عبدالمنان کا موڈ بگڑ گیا۔

"کیوں کیا ہوا....؟"

"تم نے یہ کیوں کہا کہ نوکر مذاق اڑائیں گے۔!"

"ارے وہ ایسے ہی انداز میں ہنس رہے تھے۔!"

"مجھے ایسے لوگ ناپسند ہیں جو دوسروں کی رائے سے متاثر ہو کر کوئی کام نہ کر سکیں۔!"

"اچھا.... چلو باہر.... ویسے شکار گاہ بڑی خوبصورت جگہ ہوگی۔!"

"وہ پھر کبھی دکھادوں گا.... لیکن گلی ڈنڈا یہیں ہوگا۔!"

"چلو بھئی.... میرے خیال میں تو یہ یقیناً کوئی مضحکہ خیز کھیل ہوگا۔ اسی لئے وہ لوگ ہنس رہے تھے۔!"

"پرواہ نہیں.... میں اکیلے کھیلوں گا میری قومی رگ پھڑک اٹھی ہے۔!"

عبدالمنان نے گلی ڈنڈا سنبھالا اور باہر نکل گیا۔

رینا نے شانوں کو جنبش دے کر بُرا سا منہ بنایا اور وہ بھی چل پڑی۔ پرنس کے بارے میں اُس نے یہ رائے قائم کی تھی وہ بہت ہی اعلیٰ قسم کا سنکی ہے۔!

باہر نکل کر اُس نے دیکھا کہ وہ زمین پر اکڑوں بیٹھا ہوا مٹی کھود رہا ہے۔

"یہ کیا کر رہے ہو....؟" وہ قریب پہنچ کر بولی۔

"بل بنا رہا تھا....!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"پھر بل پر گلی رکھ کر ڈنڈا سنبھالا اور اس سے پیچھے ہٹتے چلے جانے کو کہا۔

"بس وہیں رک جاؤ.... اب میں گلی اچھالوں گا.... اگر تم کیچ کر سکیں تو سمجھو میں آؤٹ ہو گیا۔ ورنہ پھر تمہیں ڈنڈے پر نشانہ لگانا پڑے گا۔ بس چلو تیار....!"

اُس نے گلی اچھالی.... لیکن رینا کیچ نہ کر سکی۔ اس نے ڈنڈا بل سے ایک ڈنڈے کے فاصلے پر رکھ دیا۔ اور چیخ کر بولا۔ "اب گلی اس طرح پھینکو کہ ڈنڈے سے آ لگے.... میں آؤٹ ہو جاؤں گا۔!"

اس نے گلی پھینکی لیکن وہ ڈنڈے سے نہ لگی۔

پرنس بچوں کے سے انداز میں قلقاری مار کر ہنسا اور کھیل شروع کر دیا۔

گلی پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچی.... ساتھ ہی وہ رینا سے دوڑنے کو کہتا جا رہا تھا۔ تین شاٹ لگانے کے بعد اُس نے کہا۔ "میں ڈنڈا رکھنے جا رہا ہوں۔ اب تمہیں یہاں سے نشانہ لگانا پڑے گا۔ اگر آؤٹ کر دیا تو پھر تم کھیلو گی۔!"

"ڈنڈا کہاں رکھو گے۔!"

"وہیں بل کے قریب!"

"میرے فرشتے بھی اتنی دور نہ پھینک سکیں گے۔!" رینا طویل سانس لے کر بولی۔ اتنے میں اُسے اپنی رہائشی عمارت کے قریب سبز رنگ کی ایک گاڑی دکھائی دی۔

"اوہ.... یہ کمبخت کہاں سے آمرا....!" وہ بڑبڑائی۔

"کون ہے....؟"

"میرے بھائیوں کا ایک دوست.... آٹو موبائل انجینئر ہے۔ اکثر ادھر سے گذرتا رہتا ہے بور کرے گا۔!"

"تم کھیلو.... جہنم میں جائے وہ....!"

"نہیں یہ بُری بات ہے۔! ہمیں فی الحال واپس چلنا چاہئے۔ شام کو کھیلیں گے۔!"

"جھاڑو پھیرو اس پر.... میرے قومی جوش پر پانی نہ پھیرو۔!"

"چلو....!" وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

پرنس مردہ چال سے اس کے ساتھ چلنے لگا اور وہ بولی۔

"اس کھیل میں بہت زیادہ دوڑنا پڑتا ہے۔ میرے بس سے باہر ہے کوئی آسان سا قومی کھیل بتاؤ۔!"

"گولیاں کھیلو گی....؟" پرنس نے پوچھا۔

"یہ کیا ہوتا ہے....!"

"تم لوگوں نے اس کھیل کو انلارج کر کے بلیرڈ بنا لیا ہے۔!"

"دوڑنا نہیں پڑتا اس میں....!"

"نہیں بیٹھ کر کھیلتے ہیں۔!"

"تب تو ٹھیک ہے.... یہی کھیلیں گے۔!"

گاڑی سے ایک آدمی اترا تھا اور وہیں رک کر اُن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"دیکھو پرنس....! یہ آدمی اکثر نشے میں بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی باتوں کا بُرا نہ ماننا۔!"

"اگر اس نے میرے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائی تو میں قطعی بُرا نہ مانوں گا۔! اگر کسی ہنس مکھ آدمی کو نشہ ہو جائے تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔!"

"لیکن تم کیوں نہیں پیتے....!"

"اس کا تعلق میرے مذہبی جذبات سے ہے۔!"

"ہاں میں نے سنا ہے.... کٹر مسلمان شراب نہیں پیتے....!"

"خیر میں کٹر تو نہیں ہو.... کٹر ہوتا تو تمہارے ساتھ گلی ڈنڈا نہ کھیل رہا ہوتا.... کٹر مسلمان غیر عورت کے سائے سے بھی بدکتا ہے۔!"

"اچھا بس اب خاموش رہو....!"

وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ نووارد رینا ہی کی طرح سفید فام تھا۔

وہ لپک کر اُن کی طرف بڑھا۔

"ہیلو.... رینا....!"

"ہیلو.... ٹام....!"

"نووارد نے سوالیہ نظروں سے پرنس کی طرف دیکھا۔!"

"یہ میرے دوست پرنس عبدالمنان ہیں اور یہ ولیم ٹومپسن میرے بھائیوں کے دوست ہیں۔!"

"تمہارا نہیں....؟" اُس نے لگاوٹ کے انداز میں سوال کیا۔

"چلو اندر چلو....!"

"جیری اور جرمی کہاں ہیں....؟" اس نے پرنس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اس وقت موجود نہیں ہیں....!" رینا نے کہا۔ یہ چیف ہی کی ہدایت تھی کہ اُن دونوں کے اچانک غائب ہو جانے کو شہرت نہ دی جائے۔

نووارد سچ مچ کسی قدر نشے میں تھا۔ وہ نشست کے کمرے میں آئے۔

رینا محسوس کر رہی تھی کہ وہ پرنس کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو یہ سمجھتے ہیں کہ سفید فام اقوام کو خدا نے دست خاص سے بنایا ہے اور وہ اس کی ارفع ترین تخلیق ہیں۔!

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم جیسی اچھے ٹیسٹ کی لڑکی کسی مقامی آدمی کو دوست بنائے گی۔!" اس نے بالآخر کہا۔

رینا نے پرنس کی طرف دیکھا.... وہ ہنس پڑی.... پھر بولی۔

"پرنس بہت شائستہ آدمی ہیں۔!"

"جی نہیں....!" پرنس ناک بھوں چڑھا کر بولا۔ "میں بھی دوسرے مقامیوں کی طرح بہت گھٹیا آدمی ہوں۔ بلکہ سرے سے آدمی ہی نہیں ہوں۔!"

"اوہو.... تم بُرا مان گئے پرنس.... ہنسی کی بات تھی۔!" رینا بولی۔

"پرنس....!" نووارد حماقت آمیز لہجے میں بولا۔ "اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ پرنس ہیں۔ ہاؤ ڈو یو ڈو یور ہائی نس....!"

"فائن....!" پرنس کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

"تم کیا پیو گے ٹام....!" رینا جلدی سے بول پڑی۔

"جو بھی مل جائے.... میں بہت پیاسا ہوں۔!"

وہ وہاں سے اٹھ کر ڈائننگ روم میں آئی اور ریفریجریٹر سے بیئر کی ایک بوتل نکال کر ملازم کو دی۔

خود ڈرائنگ روم میں واپس آئی تو ان دونوں کے درمیان تیز کلامی کا آغاز ہو چکا تھا۔

وہ ولیم ٹامپسن کے چھچھورے پن سے بخوبی واقف تھی۔

"کیا بات ہے بھئی....! تم لوگ چیخ رہے ہو۔!" اس نے زبردستی ہنس کر کہا۔

"یہ بے وقوف آدمی مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں شراب نہ پیا کروں۔!" ٹام غرایا۔ "تم جانتی ہو کہ اسی بات پر فادر جوشوا سے میری لڑائی ہو گئی تھی۔!"

"لڑائی کا انجام کیا ہوا تھا....!" پرنس نے پوچھا۔ پھر ہنس کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ فادر جوشوا نے تمہاری پٹائی کر دی ہو گی۔!"

"بکواس بند کرو....!" ٹام مٹھیاں بھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے یہ کیا حماقت ہے بیٹھ جاؤ....!" رینا بوکھلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔!" پرنس نے ہنس کر کہا۔ "شائد مجھے اب فادر جوشوا کی جگہ سنبھالنی پڑے گی۔!"

"میں کہتی ہوں ٹام بیٹھ جاؤ.... اور پرنس تم خاموش رہو۔!"

"میں بالکل خاموش ہوں....!" پرنس نے کہا اور لاپرواہی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ٹام ہانپتا ہوا بیٹھ گیا۔ اتنے میں ملازم نے بیئر کی ٹرے میز پر رکھ دی۔

پرنس اپنی کرسی وہاں سے کافی فاصلے پر لے گیا۔

"تم دیکھ رہی ہو....!" ٹام غرا کر رینا کی طرف مڑا۔

"اونہہ ختم کرو.... تم پیئو.... اُسے ہٹ جانے دو....!"

"یہ میری توہین ہے.... میں اسے مزا چکھاؤں گا۔!"

رینا نے بوتل کھولی اور گلاس میں انڈیلنے لگی.... پھر وہ بے تکی بکواس کرتا اور بیئر پیتا رہا۔

اس دوران میں ایک بار بھی اس نے اپنے دوستوں کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔

پرنس اس ماحول سے قطعی بیگانہ نظر آرہا تھا۔

دفعتاً ٹام نے رینا سے کہا۔ "آج موسم بڑا خوش گوار ہے۔ میرے ساتھ کہیں چلو۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں فی الحال کہیں نہ جاسکوں گی۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!"

"سچ مچ.... مجھے کچھ ضروری کام انجام دینے ہیں۔!"

"کام پھر کر لینا.... آج تو چلو....!" وہ آگے جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اس انداز میں رینا کو اتنا گھٹیا پن محسوس ہوا کہ وہ جھنجھلا گئی۔

"نہیں....! میں نہیں جاسکتی۔!" اس بار اس کا لہجہ سخت تھا۔

"تم اس گدھے کو یہاں چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں۔!" ٹام پرنس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"بہت ہو گیا۔!" پرنس اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بہت ہی نرم لہجے میں بولا۔ "اب یہ تمہاری توہین کر رہا ہے اسے میں برداشت نہیں کر سکتا۔!"

"تم کیا بگاڑ لو گے میرا....!" ٹام بھی اٹھتا ہوا بولا۔

"تمہیں اٹھاؤں گا اور گاڑی میں رکھ آؤں گا۔!" پرنس نے نرمی سے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں جھلاہٹ یا غصے کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ٹام تم واقعی حد سے بڑھ رہے ہو۔!" رینا غصیلے لہجے میں بولی۔ "ہمارے درمیان کبھی اتنی بے تکلفی نہیں رہی۔ تمہارے اس لہجے کو جیری اور جرمی بھی برداشت نہ کر سکتے۔!"

"کوئی شریف آدمی نہیں برداشت کر سکتا محترمہ....!" پرنس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔!" ٹام گھونسہ تان کر پرنس پر جھپٹ پڑا۔

پرنس نے بڑی پھرتی سے اس کا وار خالی دے کر اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ لیکن اُسے منہ کے بل فرش پر نہ گرنے دیا۔ وہ گر ہی رہا تھا کہ بجلی کی سی سرعت سے اِسے اپنے دونوں ہاتھوں سے سنبھال کر سر سے اونچا اٹھا لیا۔

رینا بے حس و حرکت کھڑی دیکھتی رہی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ وہ دخل اندازی بھی نہیں کر سکی تھی۔

پرنس اس کو اسی طرح اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

رینا کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

ٹام اسکے ہاتھوں میں بالکل بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیہوش ہو گیا ہو۔

وہ اس کو اُسی طرح اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا اور گاڑی کے قریب پہنچ کر رینا کی طرف مڑے بغیر بولا۔ "ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول دو....!"

رینا نے بے چون و چرا تعمیل کی اور پھر وہ اسے دروازے سے ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگا۔!

ٹام سچ مچ بے ہوش ہی لگ رہا تھا۔ اُسے سیٹ پر اسٹیئرنگ کے سامنے بٹھا دینے کے بعد پرنس نے ایسے ہی اطمینان سے دروازہ بند کیا تھا جیسے کسی معزز مہمان کو رخصت کر رہا ہو۔

رینا نے مڑ کر دیکھا... تینوں ملازم برآمدے میں کھڑے حیرت سے انہیں دیکھے جا رہے تھے۔

"اب یہ ہوش میں آکر یہاں سے رخصت ہو جائے گا تو پھر گلی ڈنڈا جمائیں گے۔!" پرنس نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

"اسے.... کک.... کیا ہو گیا ہے....!" رینا ہکلائی۔

"میرا خیال ہے بیہوش ہو گیا ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" پرنس نے لاپرواہی سے کہا اور ہاتھ کھڑکی سے اندر لے جا کر ٹام کی گدی سہلانے لگا۔ اس کا سر پشت گاہ سے ٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

”آخر یہ کیونکر ہوا....!“ ریتا آگے بڑھ کر بولی۔

”مجھے خود نہیں معلوم!“ پرنس نے لاپرواہی سے کہا۔ ”ہو سکتا ہے میرا ہاتھ زور سے پڑ گیا ہو۔!“

”اس کو یہاں سے چلا جانا چاہئے۔!“ ریتا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور مڑ کر نوکروں کی طرف دیکھنے لگی۔

”فکر نہ کرو جلد ہی ہوش میں آئے گا۔!“

”لیکن اگر ہوش آنے پر پھر جھگڑا شروع کر دیا تو....؟“

”تو پھر اس بار گاڑی سمیت اٹھا کر سڑک تک پہنچانا پڑے گا۔!“

”مجھے حیرت ہے تم آخر ہو کیا چیز.... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔!“

”کبھی کبھی میں بالکل ہی پاگل ہو جاتا ہوں۔!“

”لیکن....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ ٹام کے جسم میں جنبش ہوئی تھی۔

پرنس کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر گاڑی کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

ٹام نے آنکھیں کھولیں.... تھوڑی دیر تک خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر ڈیش بورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ریتا خاموش کھڑی رہی۔

اس نے ریتا کی طرف دیکھے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

ریتا نے پرنس کی طرف دیکھا جو احمقانہ انداز میں دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ چونکا اور ریتا سے بولا۔ ”چلو اب تم کو گلی ڈنڈے کا دوسرا طریقہ سکھاؤں۔ یہ کھیل کئی طرح کھیلا جاتا ہے۔ اب جو طریقہ بتاؤں گا اس میں گلی کے آگے دوڑنا پڑتا ہے.... اگر کوئی بھی شاٹ تم نے کیچ کر لیا تو میں آؤٹ....!“

”خدا کے لئے خاموش رہو.... ورنہ شاید اب میں بیہوش ہو کر گر جاؤں۔!“

”کیوں....؟“ بڑے بھولے پن سے سوال کیا گیا۔

”اندر چلو....!“ وہ برآمدے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

وہ سوچ رہی تھی یہ وہی آدمی تو ہے جو پچھلے دنوں ایک اپاہج کی حیثیت سے اس کے رحم و کرم پڑا ہوا تھا اور آج اس نے ٹام جیسے ہٹے کٹے آدمی کی یہ درگت بنائی۔

اُسے اُس رات کا منظر بھی یاد آیا جب روشی اُسے خواب گاہ میں دوڑاتی پھر رہی تھی اور وہ اس طرح گھگھیا رہا تھا جیسے وہ اُس کے ہاتھ پیر توڑ دینے کا ارادہ رکھتی ہو۔

ڈرائینگ روم میں پہنچ کر وہ کرسی میں گر گئی۔

پرنس خاموش کھڑا اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔

”اب کیا سوچ رہے ہو....!“ ریتا بالآخر بولی۔

”کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔!“ پرنس نے سوال کیا۔

”میں سوچ رہی ہوں کہ ٹام بہت کینہ توز آدمی ہے۔!“

”تو اس میں میرا کیا قصور....!“

”تمہیں بہت ہوشیار رہنا پڑے گا۔! وہ میرے ملک کے ایک ایسے خطے کا باشندہ ہے جہاں کے لوگ معاف کرنا تو جانتے ہی نہیں۔ درندگی میں ان کا جواب روئے زمین پر نہ مل سکے گا۔!“

”اس واقعہ کو بیس منٹ سے زیادہ گذر چکے! لہٰذا اب میں اس کے متعلق کسی قسم کی بھی گفتگو پسند نہیں کروں گا۔ گلی ڈنڈے کی بات کرو....!“

”مجھے یقین نہیں آتا کہ تم وہی آدمی ہو۔ اس بد مزاج عورت کے ڈرپوک شوہر۔!“

”ریتا پلیز....!“ وہ احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولا اور خود بھی سامنے والی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

اس کے چہرے پر دفعتاً مردنی سی چھا گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے ستاروں کی طرح دمکنے والی آنکھیں حیرت انگیز طور پر دھندلا گئی تھیں۔!

ریتا اُسے بغور دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ ”ارے یہ کیا ہو گیا تمہیں۔!“

”کچھ نہیں...!“ اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

”واقعی تم حیرت انگیز ہو۔!“

وہ کچھ نہ بولا۔ بے بسی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔

”تمہارا جیسا بے جگر آدمی کسی عورت سے اس حد تک متاثر ہو یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیوں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔!“

”میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ اس کا نام مت لیا کرو۔!“ وہ مضمحل سی آواز میں بولا۔

”نام لینے سے کیا ہوتا ہے۔!“

”میرے ذہن کو جھٹکا سا لگتا ہے اور طاقت جواب دینے لگتی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا

کیوں ہے۔!“

”تھوڑی سی نفسیات میں نے بھی پڑھی ہے۔ لیکن تمہارا کیس بالکل انوکھا ہے۔! آخر اس مرض کو کیا نام دیا جائے۔!“

”میں نہیں جانتا۔!“

”تو پھر اب تم کس طرح معمول پر آؤ گے۔!“

”میں نہیں جانتا.... کچھ نہیں جانتا۔!“

”اچھا چلو.... گلی ڈنڈا کھیلیں۔!“

”موڈ تباہ کر دیا تم نے.... اب اس وقت مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔!“

◆

صفدر سائیکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔ اس کا زخم کافی گہرا ثابت ہوا تھا۔ اس لئے اسے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ صرف آرام کرے۔

اس عمارت کی نگرانی چوہان اور خاور کر رہے تھے جہاں سے صفدر زخمی حالت میں فرار ہوا تھا۔

یہ ساحلی علاقے کی ایک عمارت تھی۔ یہاں کی آبادی زیادہ گھنی نہیں تھی۔ عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں اور ابھی یہاں تعمیر کا کام جاری تھا۔ اسے ایک زیر تعمیر بستی کہنا مناسب ہوتا۔ اس عمارت کے قریب بھی ایک پلاٹ کی بنیادیں بھری جا رہی تھیں۔ اس لئے خاور اور چوہان کو مزدوروں میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔

کام کا سلسلہ اُس عمارت کی کمپاؤنڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ چوہان اور خاور کمپاؤنڈ کے قریب ہی تھے وہ لوہے کی سلاخیں سیدھی کرنے میں لوہار کو مدد دے رہے تھے۔

یہاں سے پھاٹک کی نگرانی بخوبی کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے صبح ہی صبح پھاٹک میں ایک گاڑی داخل ہوتے دیکھی جسے ایک پادری ڈرائیو کر رہا تھا۔ سفید فام آدمی تھا۔ اُس کی سیاہ گھنی ڈاڑھی نے اُس کے چہرے کو پُر تقدس بنا دیا تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

پھر کچھ دیر بعد ایک ٹرک پھاٹک پر آ رکا۔ پھاٹک سے گذر کر اندر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اس کی چوڑائی پھاٹک کی چوڑائی سے زیادہ تھی۔

”کیا چکر ہے....؟“ چوہان بڑبڑایا۔

”میرا خیال ہے وہ لاش کو یہاں سے نکال لے جانے کی فکر میں ہیں۔!“

”لاش....؟“

”صفدر کا خیال ہے کہ اس نے مار ڈالنے کی حد تک اُس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔!“

”ممکن ہے....! لیکن کچھ دیر پہلے ایک پادری بھی تو اندر گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُسے تابوت میں لے جائیں گے اور کسی قبرستان میں دفن کر دیں گے۔!“

چوہان کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد خاور کے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ اندر سے ایک تابوت لایا گیا تھا اور اب ٹرک پر رکھا جا رہا تھا۔ لیکن اٹھانے والوں کی کمی کی بناء پر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔!

پادری کے علاوہ دو سفید فام آدمی اور بھی تابوت کے ساتھ تھے۔ لیکن انہوں نے تابوت میں ہاتھ نہیں لگایا تھا دو مقامی آدمی اُسے اندر سے اٹھا کر لائے تھے۔ اور اب وہی اُسے ٹرک پر چڑھانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔ دفعتاً پادری مزدوروں کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔

چوہان نے اٹھنا ہی چاہا تھا کہ خاور اُس کا زانو دبا کر بڑبڑایا۔ ”خود سے نہیں۔ اگر وہ بلائے تو۔!“

اتنے میں پادری کچھ اور قریب آ کر بولا۔ ”میرے بچو! کیا تم اپنے بھائیوں کی مدد نہ کرو گے۔!“

وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوہار بھی اُن کے ساتھ ہی تابوت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اُن سبھوں نے تابوت کو ٹرک پر رکھوا دیا۔

”اگر آگے بھی ضرورت ہو تو.... انہیں بھیج دوں۔!“ لوہار نے چوہان اور خاور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”نہیں... شکریہ... تم پر برکتیں نازل ہوں۔!“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ آئے۔

ٹرک آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پادری کی گاڑی بھی نکل گئی۔

”ہم تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔!“ چوہان نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

”ٹرک اور کار کے نمبر ذہن نشین کر لو.... اتنا ہی کافی ہے۔!“ خاور بولا۔

پھاٹک پر ایک دیسی ملازم کھڑا گاڑیوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئیں وہ واپسی کیلئے پھاٹک میں مڑنے لگا۔ لیکن اس سے پہلے ہی چوہان اور خاور اسکے پاس پہنچ چکے تھے۔

”کون مر گیا بھائی....؟“ خاور نے اس سے پوچھا۔

"صاحب....!" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ "رات اچانک ہارٹ فیل ہو گیا۔!"

"انگریز تھے....!"

"نہیں پھلپائن کے....!"

"کیا کرتے تھے....؟"

"مشینوں کا دھندا تھا....!"

"بیوی بچے ہیں....!"

"نہیں وہ ملک میں ہیں۔!"

"بڑا افسوس ہوا....!" دونوں نے بیک وقت کہا اور ملازم واپسی کے لئے مڑ گیا۔

وہ پھر اپنے کام پر واپس آئے۔ خاور کو ہدایت ملی تھی کہ وہ صرف نگرانی کرتا رہے کسی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ چوہان کو اس کا علم نہیں تھا۔ اُسے صرف خاور کے مشوروں پر عمل کرنا تھا۔

ان میں لیفٹیننٹ صدیقی موجود نہیں تھا اور وہ اسی کے منتظر تھے۔ صفدر کا زخم مندمل ہونے لگا تھا اور اس کی جنرل کنڈیشن بھی ٹھیک ہی تھی۔ اس لئے وہ بھی موجود تھا اور اس نے اُن تینوں کی کہانی چھیڑ رکھی تھی جن کی نگرانی کے دوران میں وہ اُن لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

"ہار پر اُن میں سب سے نمایاں ہے۔! کیونکہ وہ ایک بہت اچھا مصور ہے۔ آرٹ کونسل کے کارکنوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں اس کی تصاویر کی نمائش بھی ہو چکی ہے۔ جو بہت زیادہ کامیاب رہی تھی۔"

"دلبر سناکس تصویروں کے فریم بنا کر اسی کے پاس تو پہنچایا کرتا تھا۔!" جولیا بولی۔

"بقیہ دو آدمی کون ہیں....!" چوہان نے پوچھا۔

"دونوں آٹو موبائیل انجینئرز ہیں۔!" صفدر بولا۔ "ایک کا نام کرسٹو فر ہکسلے ہے اور دوسرے کو موبی ٹرنر....!"

اتنے میں صدیقی آگیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔

"کیا رہا....؟" جولیا نے اُس سے پوچھا۔

"کار ایک پادری کی ہے۔ نام فرڈی ننڈ.... ایک غیر ملکی تبلیغی جماعت کا سربراہ ہے اور مرنے والا فلپائن کا باشندہ تھا۔ جارج تھیو نام تھا۔ ایک جاپانی فرم کا نمائندہ تھا۔ ٹرک بھی اسی تبلیغی جماعت کی ملکیت ہے۔!"

"بڑا لمبا چوڑا جال پھیلایا ہے۔ ان لوگوں نے۔" صفدر بولا۔

"ضروری نہیں کہ پادری بھی ان سے متعلق ہو۔!" جولیا بولی۔

اس کے اس خیال پر کسی نے رائے زنی نہیں کی تھی۔!

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ جولیا نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"اوہ ہیلو....!" وہ مسکرائی۔ "ہاں.... ہاں.... اوہ.... اچھا.... میں بھلا کیا مشورے دے سکتی ہوں۔ جو مناسب سمجھو کرو.... تم نے تو اُسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ اکثر فخریہ کہا کرتا ہے کہ اُس نے تمہیں اپنی ٹرو کاپی بنا دیا ہے۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے.... اچھا.... ہاں.... خود اعتمادی بحال رکھو۔!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر ہنستی ہوئی دوسروں کی طرف مڑی۔

"کون تھا....!" صفدر نے پوچھا۔

"ظفر الملک....! عمران کے فلیٹ میں.... زندگی سے تنگ سلیمان اور جوزف اس کا دماغ چاٹ رہے ہیں اور اب مسٹر رحمان نے گھر پر طلب کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ عمران کی گھریلو زندگی کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ مسٹر رحمان سے کیونکر نپٹے گا۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!" صفدر بڑبڑایا۔

"کیا ہو رہا ہے....؟" تنویر آنکھیں نکال کر بولا۔ "وہ شیخ چلی مصیبتیں تلاش کر کے لاتا ہے اور ایکس ٹو کے سر منڈھ دیتا ہے۔!"

"لیکن وہ ہے کہاں....؟" جولیا نے صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے علم نہیں۔!"

"تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو۔!"

"خواہ مخواہ میرے بیان پر شبہہ نہ کرو۔!"

"ہو گا....!" جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ "آٹھ بجنے والے ہیں۔ میں آپریشن روم میں جا رہی

ہوں۔ دن بھر کی رپورٹ دینی ہے۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو گے ہو سکتا ہے کچھ ہدایات ملیں۔!"

ان دنوں ایکس ٹو سے ایک مقررہ وقت پر صرف ٹرانس میٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا۔!

◆

ظفر الملک بحیثیت عمران اتنے شدید زکام میں مبتلا تھا کہ آواز بیٹھ گئی تھی۔ گفتگو کر سکتا تھا لیکن حلق سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کسی مینڈک کو برحمت پروردگار نطق انسانی نصیب ہو گیا ہو۔

اس وقت وہ نشست کے کمرے میں ناشتہ کر رہا تھا۔ سلیمان میز پر ناشتہ لگا کر ترکاریاں خریدنے نیچے چلا گیا تھا۔

واپسی پر ظفر نے اُس کے ہاتھوں میں ایک بڑا سا گوبھی کا پھول دیکھا۔!

"ٹھہرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

سلیمان رک گیا۔

"اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔!"

"باورچی خانے میں۔!" سلیمان نے خوش ہو کر جواب دیا۔

"نہیں... اسے گلدان میں سجادو....!"

"گلدان میں....!"

"ہاں.... کفائت شعاری سکھا رہا ہوں تجھے۔! آج اس سے سجاوٹ کا کام لے۔ کل ہانڈی کی نذر کردیجو....!"

"میں صدقے قربان.... آپ بولے تو....!" سلیمان کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"میری آواز بیٹھ گئی ہے۔!"

"خدارا.... مجھے بتائیے کہ آپ نے خودکشی کی کیوں کوشش کی تھی۔!"

"خودکشی ہی کا موڈ تھا۔!"

"تو پھر بچ کیوں گئے....؟"

"اُو.... مردود تو میرا اثاثہ ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔!" ظفر گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

"اس سے زیادہ مجھے اس کی فکر تھی کہ اس کالئے کو ایک کوڑی بھی نہ مل سکے۔!"

"جاؤ دوپہر کا کھانا تیار کرو....!" ظفر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"پھول گلدان میں سجادیا جائے گا تو پھر کیا اپنا مغز پکاؤں گا۔ آج ناغے کا دن ہے گوشت نہیں ملا۔!"

"مرغ....!"

"جی.... ای.... ای.... ایع....!" سلیمان کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں۔!

ظفر نے فوراً اندازہ کرلیا کہ شاید عمران سے اس قسم کا مشورہ غیر متوقع ہوگا۔ لہٰذا فوراً سنبھل کر بولا۔ "ناکام خودکشی کے بعد سے زبان کچھ چٹوری ہو گئی ہے۔ چٹ پٹی چیزیں کھانے کو دل چاہتا ہے۔!"

"ایک بار پھر کوشش کیجئے جناب عالی.... تاکہ یہ ذوق اور پختہ ہو جائے۔!"

ظفر نے پرس سے دس کا ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھاگ جاؤ....!"

"ڈیڑھ ماہ بعد مرغ نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ شکر ہے تیرا....!"

"اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی تو بکواس کرتا ہوگا۔!"

سلیمان پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہے....؟"

"آپ تو بالکل ہی بدل گئے ہیں صاحب۔!"

"کیا مطلب....؟"

"یہی کہ.... دوسروں کے سامنے کہنے سننے والی بات.... آپ کو کب پرواہ ہوتی تھی چاہے میں چوراہے پر کھڑا ہو کر فریاد کرتا۔!"

"واقعی!" ظفر خیالات میں کھو جانیکی ایکٹنگ کرتا ہوا بڑبڑایا۔ "کیا میں سچ مچ بدل گیا ہوں۔!"

پھر چونک کر بولا۔ "اُوہ.... مردود تم سچ مچ چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں۔!"

"اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاکر مرغ لے آؤں.... ورنہ دیر ہو جانے پر صرف ہڈیاں اور پسلیاں ہاتھ آئیں گی۔!"

"ہاں.... جاؤ.... ہڈی ایک بھی نہ ہونی چاہئے۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی.... اور اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔ "تم ابھی تک نہیں پہنچے۔!"

"جی.... وہ سینے میں شدید درد.... میرا خیال ہے نمونیا ہو گیا ہے۔!"

"آپ کا خیال؟"

"جی ہاں.... !"

"گدھے ہو.... فوراً آؤ.... میں گھر پر ہی.... آج آفس نہیں جاؤں گا۔ !"

"جج.... جی.... بہت اچھا.... !"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ سلیمان کمرے سے جا چکا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب جانا پڑے گا۔ رحمان صاحب بہر حال عمران کے باپ ہیں اگر انہوں نے پہچان لیا تو۔

جولیا سے مشورہ لے چکا تھا۔ لیکن رحمان صاحب اُسے کیوں بلا رہے ہیں۔ کیا پوچھیں گے؟ ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات پوچھ بیٹھیں جس کا علم اُسے نہ ہو.... اونہہ دیکھا جائے گا۔ !

پندرہ منٹ کے اندر اندر وہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

رحمان صاحب اس کے منتظر تھے۔ دیکھتے ہی پوچھا۔ "کس کا علاج کر رہے ہو۔ !"

"فی الحال سینے پر آئیوڈکس کی مالش کر لی ہے۔ !"

رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا.... اور ظفر گڑبڑا گیا۔

کیا کوئی غلطی ہو گئی.... کوئی ایسی بات جو عمران کے لئے غیر معمولی ہو۔

"خیر تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ !" انہوں نے تھوڑی دیر بعد خشک لہجے میں کہا۔ "تم نے خود کشی کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا۔ کیا سیدھی طرح اطلاع نہیں دے سکتے تھے کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ پولیس کسٹڈی ہونے کے باوجود بھی مجرموں کے استعمال میں تھی۔ !"

"مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کوئی بات سیدھی طرح کی ہو۔ !" ظفر نے جی کڑا کر کے کہا "[illegible] دیکھئے کہ خودکشی بھی سیدھی طرح نہ کر سکا۔ کبھی کسی کو کہتے سنا تھا کہ غذا بھی اگر اعتدال کے ساتھ نہ ہو تو وہ بھی زہر بن سکتی ہے لہٰذا حلوہ پوری ٹھونس لیا حلق تک اور پھر پتہ نہیں کیا گھپلا ہوا کہ یہ نامعقول غذا زہر بن سکی میرے لئے۔ !"

"میں نے تمہیں بکواس کے لئے نہیں بلایا۔ !" رحمان صاحب گرجے "ظفر الملک کہاں ہے؟"

"ارے باپ رے۔ !" ظفر نے بالکل عمران کی ایکٹنگ کی حالانکہ اپنا نام سن کر وہ چوکڑی بھول گیا تھا۔ پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ہکلانے لگا۔

"وہ.... وہ.... حوالات.... !"

"بکواس ہے.... ! اب وہ حوالات میں نہیں ہے۔ !"

"پپ پھر کہاں ہے....؟"

"یہ تم بتاؤ گے۔ !"

"ام.... ام.... اماں بی کہاں ہیں۔ !"

"گھر میں آج میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔ !"

"یہ تو.... یہ تو.... بہت اچھی بات ہے۔ !" ظفر خوش ہو کر بولا۔

"پھر بکواس شروع کر دی۔ !"

"جی.... دراصل.... اب میری دنیا بدل گئی ہے.... اپنے کئے پر نادم ہوں۔ آپ کے قدموں پر سر جھکاتا ہوں۔ !" ظفر کہتا ہوا اٹھا اور رحمان صاحب کے قدموں پر جھک گیا۔

دفعتاً رحمان صاحب چونک پڑے۔ پھر.... پھر انہوں نے کرسی پیچھے کھسکائی اور جیب سے چھوٹا سا براؤنی پستول نکال کر گرجے۔ "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ !"

ظفر نے ان کے ہاتھوں میں پستول دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا۔

"جج.... جی.... !"

"تم عمران نہیں ہو.... وہ مصلحتاً بھی میرے قدموں پر سر نہیں جھکا سکتا۔ !"

"بتاؤ تم کون ہو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔ !"

"آپ کے ہاتھوں مرنا تھا.... بھلا خودکشی کیونکر کامیاب ہوتی۔ اب یہ وقت آگیا ہے کہ باپ بیٹے کو نہیں پہچانتا.... حالانکہ ابھی کل ہی میں نے ایک فلم میں دیکھا تھا۔ !"

"اپنی اصلی آواز میں بکواس کرو.... گلا رندھ جانے کی ایکٹنگ ختم کر دو.... ورنہ سچ مچ حلق میں خراشیں پڑ جائیں گی۔ !" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ !"

"سچی بات اگل دو.... ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔ !"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ !"

”کچھ نہیں.... میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ لیکن تم میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکو گے۔ عمران کہاں ہے۔!“

”جناب عالی پہچانئے مجھے.... ہر چند کہ نالائق ہوں مگر آپ ہی کا بیٹا ہوں۔!“

”اچھی ایکٹنگ کر لیتے ہو.... تم ظفر الملک ہو۔!“

”مرضی کے مالک ہیں... نجم الدولہ اور دبیر الملک... کے خطاب سے بھی نواز سکتے ہیں۔!“

”بیٹھ جاؤ....!“ رحمان صاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پستول پھر جیب میں ڈال لیا۔

ظفر نے طویل سانس لی اور چپ چاپ سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا۔

”حوالات سے اپنے فرار کو کوئی غیر معمولی واقعہ نہ سمجھ لینا۔!“

”جو آپ فرمائیں گے! وہی سمجھوں گا۔!“ ظفر نے مودبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے۔!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ ”رحمان صاحب کہتے رہے۔ اکثر تمہارے چچا مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ عمران نے تمہیں تباہ کر دیا۔!“

”یہ قطعی غلط ہے جناب عالی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اب وہ خود میری وجہ سے تباہ ہو جائیں گے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میں ان کے دونوں ملازموں کی عادتیں خراب کئے دے رہا ہوں۔ وہ انہیں جزورسی کا سبق دیتے تھے۔ میں روزانہ مرغ پکوانے کا پروگرام بنا بیٹھا ہوں۔!“

”فضول باتیں ختم کرو۔ میرے پاس وقت کم ہے۔!“ رحمان صاحب گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولے۔ ”عمران کہاں ہے....؟“

”یقین فرمایئے.... مجھے علم نہیں۔!“

”تم اس کے فلیٹ میں کیوں مقیم ہو۔!“

”مجھے ان کا ایک خط ملا تھا اسی کے مطابق یہ سب کچھ کرنا پڑا تھا۔!“

اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے۔

”اچھا سنو....!“ وہ تھوڑی دیر بعد متفکرانہ لہجے میں بولے۔ ”جب بھی اُس سے ملاقات ہو! میرے پاس بھیج دینا۔ اس سے کہنا یہ ایک قطعی نجی معاملہ ہے.... اس کے معاملات سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔!“

”میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمایئے۔!“

”نہیں تمہارے بس کا روگ نہیں۔ اچھا اب جاؤ۔!“

ظفر اٹھ گیا۔ کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر اُس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

سلیمان اور جوزف اُسے نہیں پہچان سکے تھے۔ لیکن رحمان صاحب کی تیز نظروں سے وہ نہ بچ سکا۔

فٹ پاتھ پر رک کر وہ کسی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کیا رحمان صاحب کسی دشواری میں پڑ گئے ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کوئی ایسی دشواری جس پر ان کے سرکاری اختیارات بھی قابو نہ پا سکے ہوں۔ عمران جیسے معتوب کی ضرورت اس شدت سے محسوس کرنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے؟ اسے تو صرف عمران کی ہدایات پر عمل کرنا تھا.... یا پھر اسی کی ہدایت کے مطابق جولیانا فٹنر واٹر کے مشوروں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی اور وہ فلیٹ میں واپس آ گیا۔ جوزف سٹنگ روم میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

”کیا بات ہے....؟“

”ڈینی کی کال آئی تھی باس وہ آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔!“

”ڈینی....؟ کون ڈینی....!“

”ڈینی کو بھول گئے باس.... وہی ڈینی جس کے سرکس سمیت تم شکرال گئے تھے۔ اس نے اپنا نمبر نوٹ کرایا ہے۔ کہا ہے جیسے ہی تم آؤ گے اُسے رنگ کر لو۔!“

”تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں اتنا بیمار ہوں۔ سینے میں درد ہے گلا رندھ گیا ہے۔ میں اُسے رنگ کروں گا۔ ہونہہ.... تم خود رنگ کر کے پوچھو کیا بات ہے۔!“

جوزف نے شانوں کو جنبش دی.... اور میز کی طرف بڑھ کر فون پر نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

”ہلو.... ڈینی.... ہاں.... باس واپس آ گئے ہیں۔ لیکن بیمار ہیں۔ سینے میں درد ہے.... گلا رندھ گیا ہے.... دیر تک گفتگو نہ کرنا.... انہیں تکلیف ہو گی.... اچھا.... اچھا۔!“

جوزف نے خاموش ہو کر ریسیور ظفر کی طرف بڑھا دیا۔

”ہلو....!“ ظفر نے پھنسی پھنسی آواز نکالی۔

”ماسٹر عمران.... ہاؤڈویوڈو.... !“

”میں بیمار ہوں دوست.... !“

”تمہارے لئے ایک اطلاع ہے.... کچھ لوگوں کو تمہارے ایک ساتھی کی تلاش ہے.... اُن کے پاس اس کی ایک تصویر ہے۔ !“

”اُوہو.... کس کی تصویر ہے۔ !“

”مجھے اس کا نام یاد نہیں لیکن.... میں نے اُسے اکثر تمہارے ساتھ دیکھا ہے.... اس نے تمہارے ساتھ سفر بھی کیا تھا۔ !“

”سفر میں تو کئی ساتھی تھے.... تصویر دیکھے بغیر میں کیونکر اندازہ کر سکوں گا۔ !“

”تصویر! انہیں کے پاس ہے.... لیکن میں نے ان پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اُس سے شناسائی رکھتا ہوں۔ البتہ میں نے تمہارا ذکر اُن سے کر دیا ہے۔ !“

”کیا مطلب.... ؟“

”میں نے اُن سے کہا کہ میرا ایک دوست اگر شہر میں موجود ہے تو اس تلاش میں مدد دے سکے گا۔ لیکن وہ بھاری معاوضہ لئے بغیر کام نہیں کرتا۔ !“

”یہ تم نے اچھا کیا.... !“

”تو پھر انہیں بھیج دوں.... تمہارا پتہ بتا کر.... !“

”کیا وہ غیر ملکی ہیں.... ؟“

”لڑکی غیر ملکی ہے.... لیکن اس کے دونوں ساتھی مقامی ہی ہیں۔ !“

”تلاش کیوں ہے.... !“

”لڑکی کا لہجہ بڑا رومینٹک تھا.... ماسٹر.... میرا خیال ہے کہ کبھی دونوں ملے تھے اور اب لڑکی کو اس کی تلاش ہے۔ !“

”لیکن میں بیمار ہوں دوست.... پھر بھی تم انہیں میرا پتہ بتا سکتے ہو۔ !“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور جوزف کی طرف بڑھا دیا۔

”کیا کہہ رہا تھا باس.... !“ جوزف بولا۔ ”مجھے تمہارا یہ دوست ڈینی بہت اچھا لگتا ہے۔ !“

”کیا عمر ہو گی اس کی.... !“

”عمر.... ؟ کیا تم نہیں جانتے باس.... !“

”اس خودکشی کے بعد سے میری یادداشت پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ ڈینی کون ہے۔ !“

”باس.... !“ جوزف نے دانت نکال دیئے۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے ظفر کے بیان پر یقین نہیں آیا۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو ان حالات سے آگاہ ہونا چاہئے لیکن اسے کہاں تلاش کیا جائے۔ جولیانا فٹنر واٹر کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں مل سکے گا۔ !

پھر بھی ظفر نے مناسب سمجھا کہ جولیا کو اس نئی خبر سے مطلع کر دیا جائے۔

جولیا کا مشورہ تھا کہ وہ اُس پارٹی سے ضرور ملے اور اُسے حالات سے آگاہ کرتا رہے۔ اس بار بھی اس نے عمران کے ”محل وقوع“ سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

ظفر نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ایک گھنٹے بعد ڈینی کی کال پھر آئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ دونوں پارٹیوں کی ملاقات آٹھ بجے شب ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں ہونی چاہئے۔ ظفر نے فون کر کے وہاں ایک میز مخصوص کرائی۔ سات بجے پھر ڈینی کی کال آئی۔ اس نے بتایا کہ وہ لڑکی اسی کے ساتھ کلب آئے گی۔

سوال یہ تھا کہ ظفر ڈینی کو کیسے پہچانے گا۔

اُس نے جوزف کو آواز دی اور اس سے پھر ڈینی کے بارے میں پوچھنے لگا۔

”باس.... !“ جوزف حیرت سے بولا۔ ”میں سمجھ نہیں سکتا کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ جب تمہاری طبیعت خراب ہے تو اُسے یہیں بلواؤ کلب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ !“

”پھر کیا کروں.... ؟ میں تو اُس سے کہہ چکا ہوں کہ آٹھ بجے تک کلب پہنچ جاؤں گا۔ !“

جوزف نے پھر اُسے حیرت سے دیکھا۔

”باس یقیناً تمہاری طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ تم آرام کرو.... میں کلب جا کر انہیں یہیں لاؤں گا۔ !“

ظفر نے طویل سانس لی.... حقیقتاً اُسے کلب جانے سے انکار کر دینا چاہئے تھا کیونکہ وہ تو ”علیل“ تھا۔

ساڑھے سات بجے جوزف کلب کے لئے روانہ ہو گیا اور ظفر کوشش کرنے لگا کہ اس پر کچھ اور زیادہ "علالت" طاری ہو جائے۔ سوا آٹھ بجے جوزف تنہا واپس آیا۔

ظفر نے اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی دیکھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ پُر جوش لہجے میں بولا۔ "بہت اچھا ہوا باس کہ تم نہیں گئے۔!"

"کیوں....؟ کیا ہوا....!"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے.... وہ یہاں آنے پر تیار نہیں ہوئی اور میں چاروں طرف خطرے کی بو سونگھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھنی جھاڑیوں میں بے شمار نیزہ بردار چھپے بیٹھے ہوں۔!"

"کیا تو نے وہاں بھی پی لی تھی....؟"

"نہیں باس قسم لے لو.... میں اپنی چھ بوتلوں سے آگے قدم نہیں بڑھاتا۔!"

"کلب میں گھنی جھاڑیوں کا ذکر کر رہا تھا۔!"

"میرا مطلب تھا کہ اس وقت میں نے ایسا محسوس کیا تھا جیسے اپنے جنگلوں سے گذر رہا ہوں اور کئی لوگ میری تاک میں ہوں۔!"

"اچھا بکواس بند.... اگر وہ کوئی لڑکی تھی تو اچھا ہوا نہیں آئی ورنہ میری آواز سن کر اُسے گہرا صدمہ پہنچتا۔!"

"ڈینی نے مجھے بھی وہ تصویر دکھائی تھی۔ جانتے ہو کس کی تصویر تھی۔!"

"میں کیا جانوں؟ تو خواہ مخواہ بات کو طول دے رہا ہے۔!"

"تمہارے دوست مسٹر صفدر کی.... لڑکی کو اس کی تلاش ہے لیکن میں ایسا بن گیا جیسے تصویر میرے لئے کسی اجنبی کی ہو۔!"

"تم نے ڈینی سے تو اس کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔!"

"قطعی نہیں باس....! میں نے بالکل چپ سادھ لی تھی۔ بہر حال لڑکی نے کہا کہ اس وقت وہ جلدی میں ہے.... پھر سہی۔!"

"ہوں.... اچھا....!"

"ڈینی دس بجے تمہیں پھر فون کرے گا۔!" جوزف بولا۔

ظفر دس بجے والی کال کا انتظار کرتا رہا.... فی الحال اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ جولیا کو

جوزف کی لائی ہوئی اطلاع سے آگاہ کر دے۔ اسے دیکھنا تھا کہ ڈینی دس بجے کس قسم کی گفتگو کرنے والا ہے۔ اس دوران میں وہ جوزف سے ڈینی کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہا۔

"سچ بتاؤ.... تم خودکشی کیوں کرنا چاہتے تھے۔!" جوزف اچانک پوچھ بیٹھا۔

"ہوں....!" ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں تجھے بتا دوں گا لیکن اگر تو نے کسی سے اس کا ذکر کیا تو تیری خیر نہیں۔!"

"میں تذکرہ کروں گا....؟" جوزف نے غمگین لہجے میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میری ماں مجھے روئے! تمہاری زبان سے کیسی باتیں سن رہا ہوں۔!"

"بات ایسی ہی ہے کہ تو خوش ہو ہو کر دوسروں کو بتاتا پھرے گا۔!"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ باس....!" اس کا لہجہ کچھ اور زیادہ دردناک ہو گیا۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

جوزف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا پھر ظفر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈینی ولسن باس....!"

ڈینی اندر آیا.... ظفر نے بڑی گرم جوشی سے اُس کا استقبال کیا۔ ڈینی نے حسب عادت اس وقت بھی پی رکھی تھی۔ اس نے اپنے مخصوص پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ہلو ماسٹر....! مجھے افسوس ہے کہ تم بیمار ہو۔ لیکن کیا کر سکتا ہوں میرا بس چلے تو دنیا میں کسی کو بھی بیمار نہ ہونے دوں۔!"

"شکریہ ڈینی....! بیٹھ جاؤ.... آج سردی بڑھ گئی ہے۔!" ظفر بولا۔ "میں تو تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔!"

"میں نے سوچا یہ بہت بُری بات ہو گی اگر تمہاری عیادت کو نہ آؤں۔ یہ بات اور ہے کہ معمولی حالات میں مہینوں ہماری ملاقات نہ ہوتی ہو۔!"

"خیر اب بتاؤ کہ کیا قصہ ہے۔!"

"لڑکی کا نام روزا فرڈی ننڈ ہے.... ایک غیر ملکی پادر فرڈی ننڈ کی بیٹی ہے۔ اپنے باپ کی لاعلمی میں تمہارے دوست کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ تمہارا ملازم بھی اس دوست کو نہ پہچان سکا۔!"

"تم نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ وہ میرا دوست ہے۔!"

"ہر گز نہیں ماسٹر.... !اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک تصویر اور بھی تھی اس کے پاس۔ بڑا بھیانک چہرہ تھا اس کا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اُن دونوں کے درمیان تفریق کا باعث وہی بھیانک چہرے والا بنا تھا۔!"

"اوہو.... تو پریم کہانی ہے.... !" ظفر سر ہلا کر بولا۔

"یہی چیز ہے.... جو اُسے دربدر پھرا رہی ہے۔! محبت بڑی ظالم چیز ہے ماسٹر.... !"

"وہ یہاں کیوں نہیں آئی.... !"

"پتہ نہیں.... !"

"تم نے دو مقامی آدمیوں کا ذکر کیا تھا۔!"

"وہ یہاں کسی فرم میں ملازم ہیں۔ وہ دراصل میری شہرت کی بناء پر اُسے میرے پاس لائے تھے۔! تم جانتے ہی ہو ماسٹر کہ اس بے خبری کے عالم میں بھی مجھ سے زیادہ باخبر آدمی پورے شہر میں کوئی دوسرا نہ ہوگا۔!"

"ہاں میں تمہاری شہرت سے بخوبی واقف ہوں۔!"

"تم یقیناً یہ جاننے کے لئے بے چین ہو گے کہ وہ دوست کون ہے۔!"

"قدرتی بات ہے ڈینی.... !"

"مجھے افسوس ہے کہ تصویر اس سے حاصل نہ کر سکا۔!"

"ابھی تم نے کسی پادری کا نام لیا تھا.... !"

"فادر فرڈی نند.... ایک غیر ملکی مبلغ ہے۔!"

"کیا تم اس سے واقف ہو۔!"

"ہاں میں نے اُسے دیکھا ہے۔!"

"پتہ معلوم ہے۔!"

"نہیں.... ! لڑکی نے پتہ نہیں بتایا تھا۔ لیکن ماسٹر میں نے اُسے یقین دلایا ہے کہ اس کا کام اس شہر میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہ کر سکے گا۔!"

"شکریہ ڈینی.... تم میرے لئے بزنس لائے ہو۔ بتاؤ تمہاری کیا تواضع کروں؟"

"تم کیا تواضع کرو گے جب کہ شراب جیسی نعمت سے محروم ہو.... !"

"ہاں میں تمہیں شراب تو نہ پیش کر سکوں گا۔!"

"کوئی بات نہیں! مجھے شکایت بھی نہ ہوگی۔!"

"تو کیا تم نے اُسے میرے فلیٹ کا پتہ بتا دیا ہے۔!"

"ہاں.... شائد وہ کل آئے! میری دانست میں آج جلدی میں تھی۔!"

پھر ڈینی کچھ دیر بعد رخصت ہو گیا تھا.... ظفر نے جولیا تک یہ اطلاع بھی پہنچا دی۔

◆

اب تو ذرا ذرا سی بات پر عبدالمنان کا منہ پھول جاتا تھا۔

جہاں رینا سے کوئی فروگذاشت ہوئی اور پرنس نے ایسا منہ بنایا جیسے جنم جنم کی یہ ساتھی اس سے پیچھا چھڑا لینے کا ارادہ رکھتی ہو!

"آج دن بھر غائب رہنے کے بعد وہ قریباً دس بجے شب کو واپس آئی تھی۔!"

پرنس اُسے بیرونی برآمدے میں ٹہلتا ہوا ملا۔ اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھن کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ رینا ہنس پڑی۔

"ہنستی ہو! شرم نہیں آتی۔ میں سارا دن بور ہوتا رہا۔!"

"مجھے اطمینان تھا کہ تم گلی ڈنڈا کھیل رہے ہو گے۔!"

"کیا تم جھگڑا کرنا چاہتی ہو۔!"

"عبدل ڈیئر.... تمہیں علم نہیں کہ میں کتنی پریشان ہوں۔" وہ اس کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔

"چلو اندر چلو.... میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔!"

"میں نے رات کے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔!"

"کیوں.... اوہ تم نے کھانا نہیں کھایا۔!"

"تنہا کھانے کا عادی نہیں ہوں۔!"

"میں نے کب کھایا ہے کھانا... ابھی کھائیں گے۔ کاش تم میری پریشانیوں کا اندازہ کر سکتے۔!"

"تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ تم کسی مسئلے پر پریشان ہو۔!"

"چھوڑو ختم کرو.... اطمینان سے بتاؤں گی۔!"

کھانے کی میز پر خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی کا دور چلا۔

رینا بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"تم نے اکثر میرے دو بھائیوں کا ذکر سنا ہوگا۔ وہ اچانک غائب ہو گئے ہیں۔!"

"اچانک غائب ہو گئے ہیں۔ کیا مطلب.....؟" پرنس چونک کر بولا۔

رینا نے بالتفصیل ان کے غائب ہونے کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ان دونوں کو پناہ دی تھی اور وہ ہمیں دھوکا دے گئے۔!"

"لیکن آخر انہیں تمہارے بھائیوں سے کیا سروکار۔!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا.... وہ دونوں ہمارے لئے قطعی اجنبی تھے۔!"

"تو پھر.... تم نے پولیس کو مطلع کیا تھا۔!"

"محکمہ اس سلسلے میں چھان بین کر رہا ہے۔ وہی جو چاہے گا کرے گا۔ یقین کے ساتھ کچھ کہا بھی تو نہیں جاسکتا۔ وہ ننھے بچے تو تھے نہیں کہ کوئی انہیں ورغلا کر لے گیا۔ بہر حال میں آج کل دن بھر انہیں کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہوں....!"

"تم تنہا کیسے تلاش کر سکو گی انہیں....!"

رینا کچھ نہ بولی۔ بار بار اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ پوری طرح اس کو اپنے رازوں میں شریک کرلے۔ لیکن پھر؟ اس عہد کا خیال آیا جو ان تینوں سے لیا گیا تھا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!" پرنس نے اُسے کچھ دیر تک بغور دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

"آج میں ایک پرائیویٹ سراغ رساں سے ملنے والی تھی۔ لیکن اچانک اسکی طبیعت خراب ہوگئی۔"

"پرائیویٹ سراغ رساں...؟" پرنس کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"ہاں... کیوں.... تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔!"

"کیونکہ میرے ملک میں پرائیویٹ سراغ رساں قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔"

"وہ دراصل ایک بارسوخ آدمی ہے۔ مقامی پولیس سے خاصی رسم و راہ رکھتا ہے اور معقول معاوضے پر اس قسم کے کام کر دیتا ہے۔!"

"کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گی۔!"

"نام یاد نہیں آ رہا.... میں نے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا تھا۔ ٹھہرو میں ابھی آئی۔!"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں آئی اور وینٹی بیگ سے ڈائری نکال کر اس کے ورق الٹنے لگی۔!

پھر ڈائری کو سرہانے والی چھوٹی میز پر ڈال کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔

"اس کا نام علی عمران ہے....!" اُس نے پرنس سے کہا۔

"علی عمران!" پرنس اس طرح اچھل پڑا جیسے یہ نام اس کے سر پر اچانک پتھر بن کر گرا ہو۔

"کیوں....؟ کیا ہوا....!"

"میں پوچھتا ہوں کیا تم نے اُس سے معاملات طے کر لئے ہیں۔!"

"نہیں ملاقات ہی نہیں ہو سکی۔!"

"یہ بہت اچھا ہوا.... لیکن تمہیں اس کا پتہ کس نے بتایا تھا۔!"

"ایک بوڑھا یوریشین ڈینی ولسن ہے۔!"

"اس سے کب سے جان پہچان ہے۔!"

"آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔ میرے ایک ہمدرد نے اُس سے ملوایا تھا۔!"

"علی عمران کے بارے میں اُس نے تمہیں کیا بتایا....!"

"یہی کہ وہ ایسے کام بڑی خوبی سے نپٹاتا ہے۔!"

"یہ بہت اچھا ہوا کہ تم اس سے نہ مل سکیں۔!"

"کیوں....؟ کیا تم اُسے جانتے ہو۔!"

"یقیناً.... وہ خطرناک آدمی ہے۔ بسا اوقات وہ پولیس سے بھی ساز باز کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس نے تم سے اس کام کے لئے بھاری رقم وصول کر لی کہ تمہارے بھائیوں کو ڈھونڈ نکالے گا۔ لیکن اسی دوران میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں کسی طرح ملکی قانون کی گرفت میں بھی آسکتے ہیں تو وہ انہیں پولیس کے حوالے کر دے گا۔!"

"لیکن وہ ملکی قانون کی گرفت میں کیسے آسکتے ہیں۔" رینا نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے مثال کے طور پر یہ بات کہی تھی۔ بہر حال میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ تم اُس سے کسی قسم کی گفتگو کرو۔ وہ یہاں کے محکمہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر جنرل کی نالائق اولاد

ہے۔ باپ نے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ ایسے ہی اوٹ پٹانگ پیشے اختیار کر کے زندگی بسر کر رہا ہے۔ اکثر بلیک میلنگ بھی کرتا ہے۔!"

"میرے خدا....!" ریناطویل سانس لے کر رہ گئی۔

"تمہیں کم از کم مجھے تو بتانا چاہئے تھا۔ میں مقامی آدمی ہوں۔!"

"میں تو تمہیں ایک بالکل ہی سیدھا سادھا آدمی سمجھتی تھی۔!"

"کیا میں نہیں ہوں....؟" پرنس نے بھولے پن سے پوچھا۔

"تم تو مجھے پتہ نہیں کیا معلوم ہوتے ہو....!" رینا کے لہجے میں بناوٹ نہیں تھی اور وہ سو فیصد پیار بھرا لہجہ تھا۔

پرنس تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے اُن دونوں کے حلئے بتاؤ جو تمہارے مہمان ہوئے تھے۔!"

"میں تمہیں ان دونوں کی تصویریں دے سکتی ہوں۔!"

"اب تم بھی بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو۔!" وہ بے اعتباری سے ہنسا۔

"کیوں....؟"

"وہ تمہیں اپنی تصویریں بھی دے گئے تھے۔ بڑے دلیر تھے۔!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو....!" رینا جھنجھلا گئی۔

"اس میں مجھے کسی قسم کا فلسفہ نظر نہیں آتا۔!"

"میرے ایک بھائی کی عادت ہے کہ وہ اجنبیوں کی تصویریں کھینچتا رہتا ہے۔ اُن دونوں کے غائب ہو جانے کے دو دن بعد اچانک مجھے خیال آیا اُس کا کیمرہ تو دیکھوں.... وہ لوڈڈ ملا.... میں نے رول نکال کر ڈیولپ کر ڈالا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اُن دونوں کی تصویریں اس میں موجود تھیں۔!"

"اُوہ....!" پرنس اُسے پُر تفکر نظروں سے دیکھتا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں تصویریں اس کے سامنے میز پر پڑی ہوئی تھیں اور وہ ساکت و صامت خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔

"کیوں.... کیا ہو گیا تمہیں۔!"

"اُوں....؟" پرنس چونک کر اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔!

"تم کہاں گم ہو گئے....؟"

اس بار پرنس براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم میرا مذاق اڑانا چاہتی ہو۔!" دفعتاً وہ غصیلی آواز میں بولا۔ "یا اسی بلیک میلر کی ساتھی ہو۔!"

"کیا مطلب....؟"

پرنس کی انگلی اب بھی خوفناک چہرے والے کی تصویر کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"بننے کی کوشش نہ کرو....!" پرنس غرایا۔ "میں صرف اپنی عزت کو ڈرتا تھا لیکن کب تک! تم لوگوں سے کھل کر نپٹنا پڑے گا۔!"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو.... میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!"

"اب تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بتاؤ؟ میں روشی کے کیس کو عدالت میں جانے دوں گا۔ اس بار تم لوگ مجھ سے ایک حبہ بھی وصول نہ کر سکو گے۔!"

"خدا کے لئے مجھے اور زیادہ پریشان نہ کرو۔!" دفعتاً رینا روہانسی ہو کر بولی۔

"تم کسی طرح بھی مجھے یقین نہیں دلا سکتیں۔! اب یہ پورا پلاٹ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ روشی نے اس رات دیدہ دانستہ یہاں گاڑی روکی تھی۔! پھر مجھے ناکارہ کر کے یہیں ڈال گئی تاکہ مجھ پر ان لوگوں کے لمبے چوڑے گروہ کا رعب پڑ سکے۔"

"خاموش رہو....!" رینا میز پر ہاتھ مار کر چیخی اور کرسی سے اٹھ گئی۔ چند لمحے اُسے گھورتی رہی پھر دانت پیس کر بولی۔ "تم بھی جہنم میں جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہری۔ سیدھی اپنے بیڈ روم میں آئی اور زور دار آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا۔

وہ اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے دم لینے کے لئے رکی ہو۔

بہت شدت سے غصہ آیا تھا.... پتہ نہیں [illegible] تھی۔ اس جھکی آدمی نے.... وہ سوچتی اور ہانپتی رہی۔! ذرا بھی تو سمجھ میں نہیں آئی [illegible] عادت اوٹ پٹانگ ہانکنے لگا۔ کیا وہ سچ مچ پاگل ہے۔!

دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"کیا ہے....؟" وہ جھلا کر چیخی۔

"میری بات سنو....!" باہر سے مضمحل سی آواز آئی۔ "ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو۔ حالات کی ستم ظریفی۔!"

رینا نے بولٹ گرا کر جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا۔ پرنس کا مغموم چہرہ سامنے تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اچانک کسی اذیت میں مبتلا ہو گیا ہو۔ رینا کچھ نہ بولی۔ وہ کمرے کے باہر ہی کھڑا رہا۔

"اب کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہی کہ خدا کرے یہ محض اتفاق ہو۔ کیونکہ میں تمہیں ایک بہت اچھی لڑکی سمجھتا ہوں اور سمجھتے رہنا چاہتا ہوں۔!"

"اندر آجاؤ....!" وہ مڑتی ہوئی بولی اور پھر کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ خود بستر پر جا بیٹھی تھی۔

"میری تمام تر پریشانیوں کا سبب یہی شخص ہے۔!" پرنس نے خوف ناک اور بھدے چہرے والے آدمی کی تصویر رینا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چھوٹے چھوٹے جملوں سے میری الجھن میں اضافہ نہ کرو۔!"

"روشی سے شادی کے تین ماہ بعد یہ شخص میرے پاس آیا تھا اور مجھے اطلاع دی تھی کہ روشی قاتلہ ہے اور حقیقتاً اس کا نام ہلدا جیرالڈ ہے۔ برما کے ایک کروڑ پتی کی بیوی تھی۔ اُس کو قتل کر کے یہاں بھاگ آئی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے اس راز کی قیمت طلب کی تھی۔ میں نے ثبوت مانگا تھا۔ اس پر اس نے مجھے چند تصاویر دکھائیں اور کچھ دستاویزیں پیش کیں۔ میں نے وقتی طور پر اُسے ٹال دیا کیونکہ روشی سے بھی اُس کی تصدیق کرنی تھی۔ روشی نے اعتراف کر لیا لیکن ساتھ ہی مجھے اپنی بے پناہ محبت کا یقین بھی دلاتی رہی۔ میں الجھن میں پڑ گیا کیونکہ روشی سے شادی پر میرے خاندان والے خوش نہیں تھے میں نے سوچا اگر اُس شخص نے اس راز کو ظاہر کر دیا تو میں اپنے خاندان والوں کو کبھی منہ نہ دکھا سکوں گا۔ مجھے اُس کا مطالبہ پورا کرنا پڑا یہ ایک بھاری رقم تھی۔ ہر ماہ مجھے دس ہزار روپے اس کے حوالے کرنے پڑتے تھے۔ آخر کار ایک دن تنگ آکر میں نے روشی سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب اس کا تصفیہ ہو جانا ہی چاہیئے۔ میں اس مقدمے پر لاکھوں پھونک سکتا ہوں۔ لیکن اب اس بلیک میلر کو ایک کوڑی بھی ادا نہ کروں گا۔ اس پر روشی نے کہا یہاں مقدمہ نہیں چلے گا۔ بلکہ تمہاری حکومت مجھے برما کی حکومت کے حوالے کر دے گی۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو میں

اپنے لئے کسی قسم کی بھی الجھن نہیں پالنا چاہتا۔ بلیک میلر سے ملاقات ہوئی تو اس سے بھی کہہ دیا۔ اُس پر وہ بولا۔ اچھی بات ہے اب تم اگر مجھے پچاس ہزار دے دو تو آئندہ کبھی اپنی شکل نہ دکھاؤں گا۔ میں نے پچاس ہزار دے کر اُس سے وہ تصاویر اور دستاویزات حاصل کر لیں اور انہیں نذر آتش کر دیا۔ کچھ دن سکون سے گذرے پھر روشی نے مجھ سے بات بات پر لڑنا شروع کر دیا اور روز ہی یہ دھمکی دینے لگی کہ عدالت میں درخواست دے کر مجھ سے طلاق حاصل کر لے گی۔ اُسی دوران میں مجھ پر نروس اٹیک ہونے لگے۔ ایسے ہی دورے پڑنے لگے جیسا تم دیکھ چکی ہو اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہوں کہ روشی بھی دراصل اس بلیک میلر ہی کی ساتھی ہے۔!"

پرنس خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"تم نے اُسے جانے کیوں نہیں دیا عدالت میں....؟" رینا نے پوچھا۔

"محض شرمندگی سے بچنے کے لئے.... میرے خاندان والے مجھ پر تھوکتے میرا مضحکہ اڑاتے۔ لیکن بالآخر وہ عدالت میں پہنچ ہی گئی اور اب اس کا وکیل جو خود بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی تھا مجھے اور زیادہ نروس کرنے کے لئے آیا تھا لیکن میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے اس پر بے تحاشہ غصہ آگیا اور دفعتاً میری ساری کمزوریاں دور ہو گئیں۔ سارے وہم مٹ گئے۔!"

وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

رینا ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکائے اُسے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

دفعتاً پرنس نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارے بھائی کسی غیر قانونی کام میں بھی ملوث تھے۔!"

"نہیں تو....!" رینا بے ساختہ چونک پڑی۔

"پھر اس بلیک میلر کا یہاں کیا کام....؟"

"م.... میں.... کک.... کیا بتا سکتی ہوں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہیں علم نہ ہو.... اکثر غیر ملکی لوگ یہاں آتے ہیں کسی کام کے لئے۔ کرتے کچھ اور رہتے ہیں۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....!"

"کئی سال ہوئے یہاں ایک غیر ملکی انجینئر پکڑا گیا تھا جو آیا تو اس لئے تھا کہ ہمیں فنی تربیت دے لیکن حقیقتاً مافیا کا ایک سرگرم ایجنٹ تھا۔ منشیات کی ناجائز فروخت کی دیکھ بھال کرتا تھا اور

اس کی بیوی بیچاری اُس کے دوسرے روپ سے قطعی لاعلم تھی۔!"

"مجھے یقین ہے کہ میرے بھائی ایسے نہیں ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" پرنس نے خشک لہجے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

"یقین کرو عبدل ڈیئر....!"

"خیر مجھے اس سے کیا سروکار.... میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اس لئے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا کروں گا۔!"

"آخر تم نے کس بناء پر اندازہ لگایا کہ میرے بھائی کوئی غیر قانونی کام کرتے رہے ہوں گے۔!"

"یہاں اس بلیک میلر کی آمد اور تمہارے بھائیوں کا اچانک غائب ہو جانا یہی ثابت کرتا ہے۔ وہ انہیں بے بس کر کے زبردستی لے گیا ہوگا اور اُن پر تشدد کر کے خود ان ہی سے اُن کے خلاف ثبوت حاصل کرے گا اور پھر بلیک میل کرنے کے لئے چھوڑ دے گا۔!"

"میرے خدا....؟"

"بہر حال تمہیں اس کا علم نہیں کہ وہ یہاں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہے تھے۔!"

"ہرگز نہیں.... میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!" رینا نے کہا اور اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"اچھی بات ہے.... اب تم سو جاؤ....!" پرنس اٹھتا ہوا بولا۔ "میں دیکھوں گا تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اپنے لئے تو آج تک کچھ بھی نہ کر سکا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!"

"اب تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔!"

◆

رات کے ڈھائی بجے تھے۔ جولیانا فنٹر واٹر سائیکو مینشن کے آپریشن روم مین ٹرانس میٹر پر ایکس ٹو سے گفتگو کر رہی تھی۔

سب سے پہلے اس نے ظفر سے ملی ہوئی اطلاعات اُس تک پہنچائیں۔ پھر عمران کے متعلق پوچھا۔

"کیوں تمہیں اس سے کیا سروکار....!" جواب میں ایکس ٹو کی غراہٹ سنائی دی۔

"مجھے کوئی سروکار نہیں ہے جناب! مسٹر رحمان اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ ظفر کا خیال ہے کہ وہ

کسی مشکل میں پڑ گئے ہیں۔!"

"ظفر سے کہو وقت نہ ضائع کرے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"پادری فرڈی ننڈ کی نگرانی میں احتیاط برتی جائے۔ صفدر نے بے احتیاطی کی بناء پر چوٹ کھائی ہے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"ان تینوں کے بارے میں کوئی رپورٹ....؟"

"ہارپر اور وہ دونوں جن کی نگرانی ظفر کر رہا تھا۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں وہی....!"

"وہ جہاں تھے وہیں موجود ہیں۔ کل سے ہارپر کی تصاویر کی نمائش پھر شروع ہو رہی ہے۔!"

"اس کی جو تصویر سب سے پہلے فروخت ہو اُس پر نظر رکھنا۔ اُسے کسی نہ کسی طرح حاصل بھی کرنا ہوگا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل!" دوسری طرف سے آواز آئی اور جولیا نے ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

پھر وہ اوپری منزل پر اپنے فلیٹ میں آئی۔ اب سو جانا چاہتی تھی۔ ابھی خواب گاہ تک بھی نہیں پہنچنے پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

بھنا کر پلٹی اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے جیمسن کھڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اندھیرے سے اچانک تیز روشنی میں آ گیا ہو۔

"معاف کیجئے گا مادام....!" دفعتاً وہ بڑے ادب سے بولا۔ "ناوقت آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔!"

"لہٰذا تم مجھے تکلیف دینا چاہتے ہو۔!" جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ہر آدمی کا دوسرے پر حق ہے۔!"

"اچھی بات ہے! اندر آ جاؤ۔!"

"اس کی ضرورت نہیں.... میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ فرانسیسی کلاسیکی ادب میں گدھے کے بچے کا کیا مقام ہے۔!"

"اندر آؤ تو بتاؤں....!" جولیا دانت پیس کر بولی۔ لیکن پھر چونک پڑی۔ اسے ایک ہاتھ نظر آیا تھا جو ریوالور سمیت جیمسن کے بائیں پہلو سے لگا ہوا تھا۔

وہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی اور جیمسن کی طرف دیکھا اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ایک قدم بڑھا کر وہ کمرے میں داخل ہو گیا اس کے پیچھے ایک نقاب پوش بھی داخل ہوا۔ لیکن اب اس کا ریوالور جیمسن کے پہلو کی بجائے پشت پر تھا۔

جولیا غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹتی چلی گئی۔

نقاب پوش کا پورا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

اس نے ان دونوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ کون ہے....؟" جولیا نے جیمسن سے پوچھا۔

"پتہ نہیں....! میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی۔! آنکھ کھل گئی۔ دروازہ کھولا تو جناب والا نظر آئے۔ فرمایا تم یہاں کیسے.... تم تو حوالات میں تھے۔ میں نے گذارش کی کہ اُن لوگوں نے مجھے ناکارہ سمجھ کر نکال باہر کیا۔ البتہ میرے مالک کو روک لیا۔ اب میں یہاں سوئیس خاتون کو اردو پڑھاتا ہوں۔!"

"لیکن یہ ہے کون....؟"

"آپ کا نام کیا ہے جناب والا....؟" جیمسن نے نقاب پوش سے پوچھا۔

"بکو مت.... تم بتاؤ.... یہ عورت کون ہے۔!" نقاب پوش غرایا۔

اور جولیا چونک کر اُسے گھورنے لگی۔ کیونکہ وہ بھی انگریزی ہی میں بولا تھا اور لہجہ مقامی نہیں تھا۔

"یہ میری مالکہ ہیں....!"

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔!" نقاب پوش نے جولیا سے پوچھا۔

"ہاں یہ سچ کہہ رہا ہے۔ تین دن ہوئے میں نے اُسے ملازمت دی ہے۔!"

"تم کیا کرتی ہو....!"

"ایک بزنس مین کی اسٹینو ہوں۔!"

"اس آدمی کا کیا مصرف ہے تمہارے لئے۔!"

"اس ملک میں پہلا آدمی ملا ہے جو انگریزی بھی بول سکتا ہے اور بہترین قسم کے کھانے بھی پکا سکتا ہے۔!"

"لیکن کچھ دنوں پہلے یہ حوالات میں تھا۔!"

جولیا نے خوف زدہ نظروں سے جیمسن کی طرف دیکھا۔

"میں ایک شریف آدمی ہوں مادام.... لیکن نہیں سمجھ سکتا کہ کس قسم کے جال میں پھنس گیا ہوں۔!" جیمسن بولا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔!" نقاب پوش غرایا۔

"میرا خیال ہے تم وہی پُر اسرار ہمدرد ہو جس نے لوسیل دے سوندے کے قتل کے الزام میں ہمیں گرفتار کرایا تھا۔!"

"بکواس مت کرو.... میرے ساتھ چلو....!"

"مم.... میں قطعی نہیں جانتی تھی۔!" جولیا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"کیا نہیں جانتی تھیں۔!" نقاب پوش اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہی کہ یہ آدمی سزا یافتہ ہے۔!"

اچانک جیمسن نے بڑی پھرتی سے جھک کر اسٹول اٹھایا اور اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پھینک مارا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ لیکن اس نے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر جیمسن پر چھلانگ لگادی۔

جولیا اس کا حشر دیکھنے کے لئے نہیں مڑی تھی۔ وہ تو کسی چیل کی طرح ریوالور پر جھپٹی تھی۔ پھر ریوالور پر قبضہ کر کے مڑ ہی رہی تھی کہ جیمسن کی آواز سنی۔

"اُوہ.... مسٹر پلیز.... میری ہڈی.... ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اف.... اوہ....!"

"خبر دار.... ہٹ جاؤ....!" جولیا ریوالور کا رخ ان کی طرف کرتی ہوئی بولی۔

لیکن نقاب پوش پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور جیمسن کو بازوؤں میں دبائے ہوئے بھینچتا رہا۔ جیمسن کی آخری چیخ بڑی کربناک تھی۔ اس چیخ کے ساتھ ہی نقاب پوش نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ کسی مردہ جانور کی طرح فرش پر گرا تھا اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

جولیا نے نقاب پوش پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا قہقہے لگاتا رہا۔ گولیاں اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑ رہی تھیں اور زخموں سے سبز رنگ کے سیال

مادے کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔

جولیا بوکھلا گئی اور ٹھیک اسی وقت کوئی زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا۔

وہ نہایت اطمینان سے کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا اور اُس کے جسم کے مختلف حصوں سے سبز رنگ کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

جولیا کے حلق سے بے تحاشہ قسم کا قہقہہ نکلا تھا۔ ہڈیاں سرمہ ہو گئی ہوں گی۔ دیوار بالکل سپاٹ تھی۔ راہ میں اسے کوئی بالکنی بھی نہ مل سکی ہو گی۔

دروازہ پیٹنے کے ساتھ ہی ساتھ اب اُسے آوازیں بھی دی جا رہی تھیں لیکن وہ سب سے پہلے کھڑکی کی طرف جھپٹی تھی۔ آدھے دھڑ سے نیچے جھک کر دیکھا۔

فٹ پاتھ لیمپ پوسٹ کی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ لیکن اُسے وہاں کوئی لاش نظر نہ آئی۔

اب وہ بوکھلا کر دروازے کی طرف بڑھی اور اُس کا بولٹ گرا دیا۔

چوہان اور صدیقی درانہ گھستے چلے آئے۔

”کیا ہوا.... کیا بات ہے۔!“ دونوں بیک وقت بولے اور جیمسن کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ اب بھی بے حس و حرکت فرش پر پڑا ہوا تھا۔

”اسے کیا ہوا... فائر کس نے کئے تھے۔!“ چوہان نے جولیا سے پوچھا اور اُس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور پر اس کی نظر جم گئی۔

”تم نے اسے مار ڈالا....!“ صدیقی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”نہیں.... وہ نقاب پوش تھا.... یہ دیکھو.... یہ کیا ہے....؟“ جولیا نے فرش پر پھیلے ہوئے سبز رنگ کے سیال کی طرف اشارہ کیا۔

”پتہ نہیں....! تم کیا کہہ رہی ہو.... یہ.... ہم کیا بتائیں۔!“

”میں نے اس پر چھ فائر کئے تھے.... اور یہ.... خون نکلا ہے اس کے زخموں سے۔ جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کھڑکی سے چھلانگ لگا دی۔

”نہیں!“ وہ دونوں بے ساختہ کھڑکی کی طرف جھپٹے اور جولیا آگے بڑھ کر جیمسن پر جھک پڑی۔

”زندہ ہے.... زندہ ہے۔!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

وہ کھڑکی سے پلٹ آئے۔

”لیکن نیچے فٹ پاتھ پر تو کچھ بھی نہیں ہے۔!“ چوہان بولا۔

”اُسے جہنم میں جھونکو۔ اس کیلئے کچھ کرو.. ورنہ مر جائے گا۔!“ جولیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

وہ اسے نیچے لے گئے۔ جولیا اپنے کمرے ہی میں ٹھہری رہی۔ اُس کے پورے جسم میں تھرتھری پیدا ہو گئی تھی۔ اس واقعہ نے اعصاب پر عجیب سا اثر ڈالا تھا وہ خوف زدہ بھی نہیں تھی۔

ایک بار پھر کھڑکی کی طرف گئی اور جھانک کر نیچے دیکھا۔ فٹ پاتھ اب بھی اُسی طرح سنسان پڑا تھا۔ اتنے میں چوہان واپس آیا.. اس نے اطلاع دی کہ جیمسن کی داہنی پسلی کی دو ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔!“

”وہ کون تھا....؟ آخر کون تھا....؟“ جولیا ہذیانی انداز میں بولی۔

”اُسے علم تھا کہ جیمسن حوالات میں تھا۔ جیمسن نے لوسیل دے سوندے کا بھی حوالہ دیا تھا۔!“

”تم آرام سے بیٹھ جاؤ....!“ چوہان نے پر سکون لہجے میں کہا۔ ”ظاہر ہے وہ انہی میں سے کوئی ہو گا جن سے ہم دوچار ہیں۔!“

”لیکن یہ ہرے رنگ کا خون....!“

”لیبارٹری اسسٹنٹ اس کا نمونہ لینے کے لئے آرہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو۔ وہ کسی باقاعدہ راستے سے عمارت میں داخل نہ ہوا ہو گا۔ پوری طرح چیکنگ کر لی گئی ہے۔!“

”کیا وہ ہوا میں تحلیل ہو گیا....؟“

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔!“

”میں نے خاور سے کہا تھا کہ کوئی باہر نہ نکلے۔!“

”فکر نہ کرو۔!“

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آجاؤ....!“ چوہان چونک کر بولا۔

آنے والا لیبارٹری اسسٹنٹ تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ آلات تھے۔

کچھ دیر بعد وہ فرش پر پڑے ہوئے سیال کا نمونہ لے کر چلا گیا۔

”دراصل اس جیمسن ہی کی وجہ سے وہ اس عمارت کی طرف متوجہ ہوا ہو گا۔!“ چوہان بڑبڑایا۔

لیکن وہ تو اس دن سے باہر نکلا ہی نہیں۔!“

”کیا کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب بھی نہ کھڑا ہوا ہو گا۔ ویسے بھی وہ خبطی آدمی ہے۔ کسی طرح

بھی ڈاڑھی صاف کرا دینے پر تیار نہیں ہوا تھا۔ !“

◆

آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح سے ہی ایسا محسوس ہو تا رہا تھا جیسے اب برسا تب برسا۔

وہ دونوں بیرونی برآمدے میں ناشتہ کر رہے تھے۔ پرنس کچھ متفکر سا نظر آ رہا تھا۔ رینا بھی کچھ زیادہ زندہ دلی کا مظاہرہ نہیں کر رہی تھی۔

دفعتاً پرنس نے ٹھنڈی سانس لی اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”کتنا عجیب اتفاق ہے۔ ! ہم دونوں کی ایک ہی بد نصیبی ہے لیکن اب یہ آدمی میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکے گا۔ !“

”اُوہو.... کیا تم ایسے ہی جیالے ہو۔ !“

”موڈ پر منحصر ہے.... موڈ نہ ہوا تو پٹ کر چلا آؤں گا۔ !“

”کیا مطلب....؟“

”تین سال پہلے کی بات ہے۔ ! پیرس کے ہوٹل میں میرا ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا۔ زیادتی اسی کی تھی مجھے غصہ آ گیا۔ اس نے گندی سی گالی دی.... اچانک میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا تو اس پر یتیمی برس رہی تھی۔ غصے میں بگڑا ہوا چہرہ ایسا لگتا تھا جیسے بسور رہا ہو۔ میرے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے اور اس نے مجھے جی بھر کے مارا۔ پھر میرا ہاتھ اُس پر نہیں اٹھا تھا۔“

”کیا یہ سچ ہے.... !“

”یقین کرو.... !“ پرنس ٹھنڈی سانس لے کر بولا ”کچھ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اس کا تاثر ان کے چہرے پر نہیں ملتا۔ آنکھیں بالکل سپاٹ ہوتی ہیں۔ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں بعض لڑکیاں بے حد جذباتی قسم کی گفتگو کے دوران میں بھی بیوہ بیوہ سی لگتی ہیں۔ جو کچھ بھی کہہ رہی ہوتی ہیں اُس کا عکس ان کی آنکھوں میں نہیں ملتا۔ !“

”روشی کے متعلق کیا خیال ہے۔ !“

”میں بُری طرح پھنس گیا ہوں رینا وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ اُن لمحات میں جب اُس کی آنکھوں میں نشے کے بادل چھائے ہونے چاہئیں وہ اس طرح پٹاپٹ، پلکیں جھپکاتی رہتی ہے جیسے دل ہی دل میں بینک بیلنس کا حساب کر رہی ہو۔ !“

”بھئی تم تو کمال کے آدمی نکلے.... میں بالکل بدھو سمجھی تھی۔ !“

”یہ بھی میرے موڈ پر منحصر ہے۔ بعض اوقات بالکل جی نہیں چاہتا کہ لوگ مجھے عقلمند سمجھیں۔ !“

”اس وقت کس قسم کا موڈ ہے۔ !“

”چلو کبڈی کھیلیں۔ !“

”یہ کیا ہے....؟“

”ایک اور قومی کھیل.... بڑی شاندار چیز ہوتی ہے۔ !“

”مگر اس کا نام مجھے پسند نہیں۔ !“

”مجبوری ہے.... کبڈی کو کبڈی ہی کہیں گے۔ گلگشت تو کہہ نہیں سکتے۔ !“

”گلگشت کیا....؟“

”باغ میں ٹہلنے کو کہتے ہیں۔ !“

دفعتاً کسی گاڑی کی آواز سنائی دی اور رینا جو ناشتہ کر چکی تھی اٹھ کر آواز کی سمت دیکھنے لگی۔

”اوہ... عبدل... تم اندر چلے جاؤ... فوراً۔ !“ وہ اس کی طرف مڑ کر مضطربانہ انداز میں بولی۔

”کیوں....؟“

”ٹام آ رہا ہے.... اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں۔ !“

”کون ٹام....؟“

”وہی جس سے اُس دن جھگڑا ہوا تھا۔ !“

”اُوہ.... آنے دو.... دس آدمی بھی ساتھ ہوں تو کیا پروا ہے۔ !“

”دیکھو.... اگر جھگڑا بڑھ گیا تو زحمت ہو گی۔ میرے ملازم ڈرپوک ہیں اور اتنے سویرے دفتر کا عملہ بھی موجود نہیں ہے۔ !“

”تم فکر نہ کرو.... !“ پرنس نے بڑے اطمینان سے کہا اور اونگھنے کے سے انداز میں کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔

گاڑی برآمدے کے سامنے رکی۔ ٹام نیچے اُترا۔ پچھلی نشست پر دو قوی ہیکل دیسی آدمی تھے۔ وہ بیٹھے رہے۔ !

”جیری اور جرمی واپس آئے یا نہیں۔ !“ ٹام نے برآمدے کے نیچے ہی سے گرج کر پوچھا۔

”نہیں وہ نہیں آئے....!“ آؤ وہاں کیوں کھڑے ہو۔ !“ رینا مسکرا کر بولی۔

”نہیں.... اُس کو یہاں بھیج دو....“ ٹام نے پرنس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ !“

”ٹام.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو.... جرمی اور جیری اسے پسند نہیں کریں گے۔ !“

”دونوں جہنم میں جائیں.... او گدھے نیچے آؤ....!“

”میں گدھا ہوں....؟“ پرنس نے اٹھتے ہوئے بگڑ کر کہا۔

”ہم تمہیں گدھے سے بھی بدتر بنادیں گے۔ !“

”اچھی بات ہے۔ تو پھر دیکھو میرا گدھاپن....!“ پرنس نے کہہ کر چھلانگ لگائی اور اُس کے سینے پر لات رسید کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ٹام اچھل کر دور جاپڑا تھا۔ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں دیسی آدمی نیچے اتر آئے۔

وہ تیزی سے پرنس کی طرف جھپٹے تھے۔ رینا چیخنے لگی لیکن ان میں سے ایک نے جبڑے پر مکا کھایا اور دوسرے کے پیٹ پر لات پڑی۔

ٹام پھر گالیاں بکتا ہوا پرنس کیطرف بڑھ رہا تھا۔ اس بار اُن تینوں نے ملکر اس پر یلغار کردی۔

رینا مضبوط اعصاب رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود ہوا میں اڑی جارہی ہو۔

اور پرنس کے پاؤں تو سچ مچ زمین سے لگتے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اتنا تیز ایکشن یا تو فلموں میں نظر آتا ہے یا وہ اس وقت دیکھ رہی تھی۔ پرنس کے دونوں ہاتھ اور پیر یکساں رفتار سے چل رہے تھے اور اُن تینوں کے حصے میں برابر کی چوٹیں آرہی تھیں۔

دفعتاً ایک دیسی آدمی نے کسی قدر پیچھے ہٹ کر چاقو نکال لیا۔

”عبدل دیکھو....!“ رینا حلق کے بل چیخی۔

”میں دیکھ رہا ہوں تم فکر نہ کرو....!“

جس نے چاقو نکالا تھا للکارتا ہوا پھر آگے بڑھا۔

ٹام اور اس کا دوسرا ساتھی اس کی راہ سے ہٹ گئے اور پرنس جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

چاقو بردار اس سے دو گز کے فاصلے پر کھڑا اُسے خوں خوار نظروں سے گھورے جارہا تھا۔

دفعتاً پرنس ہنس پڑا اور حریف نے اس پر چھلانگ لگائی پھر رینا اتنا ہی دیکھ سکی کہ حریف دوسرے ہی لمحے میں کسی طرح اچھل کر دور جاپڑا تھا اور چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر مخالف سمت میں کیسے اڑتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد تو پرنس نے کمال ہی کر دیا تھا۔ رینا سمجھی تھی کہ وہ جھپٹ کر چاقو پر قبضہ کر لے گا لیکن وہ تو اُن سے پوچھ رہا تھا۔

”کیوں بھئی بس.... یا دوسرا راؤنڈ بھی چلے گا۔ میرے خیال سے تو ایک ایک کپ کافی کا ہو جائے اس کے بعد چلے دوسرا راؤنڈ....!“

”کیا حماقت ہے۔ !“ رینا جھنجھلا کر چیخی۔ ”تم چاقو کیوں نہیں اٹھا لیتے۔ !“

”میں اپنے ناخنوں سے ان کے پیٹ پھاڑ سکتا ہوں۔ ان میں سے جو بھی چاہے چاقو اٹھا لے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ !“

وہ تینوں گاڑی کے قریب کھڑے ہانپتے رہے۔ !

دفعتاً پرنس اُن کی طرف مڑا اور اپنے ہم وطنوں سے بولا۔

”کیا تم لوگ مرنا ہی چاہتے ہو۔ !“

”مجھے افسوس ہے.... استاد.... میں نہیں جانتا تھا کہ اپنے ہی کسی بھائی سے مقابلہ ہوگا۔ انجینئر صاحب نے وضاحت نہیں کی تھی۔“ اُن میں سے ایک ہانپتا ہوا بولا۔ ”ایسے داؤ تو میں نے آج تک نہیں دیکھے۔ !“

”کیا بکتا ہے.... تم حرامی....!“ ٹام ٹوٹی پھوٹی اردو میں اس پر الٹ پڑا۔

”ہم جارہے ہیں صاحب.... آپ جائیں اور آپ کا کام....!“ دیسی آدمی ناخوش گوار لہجے میں بولا۔ ”کام کرنے والے ہیں۔ بہت نوکریاں مل جائیں گی۔ !“

ٹام اس سے کچھ کہنے کی بجائے چاقو اٹھانے کے لئے جھپٹا۔ لیکن پرنس نے یک بیک اچھل کر پھر اس کے سینے پر ایک لات رسید کردی اور ہنس کر بولا۔ ”تم سے تو میں گدھوں ہی کی طرح پیش آؤں گا۔ !“

اس بار ٹام نہ اٹھ سکا.... اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ رینا اچھی طرح سمجھتی تھی کہ وہ بن رہا ہے۔ !

”کیا تم میں سے کوئی ڈرائیو کر سکتا ہے۔۔۔۔؟“ پرنس نے دیسیوں سے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔۔!“ ایک بولا۔

”اسے لے جاؤ۔۔۔۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں تم تینوں کو پولیس کے حوالے کر دیتا۔ لیکن خیر۔۔۔۔ اور تم اپنا چاقو اٹھالو۔۔۔۔!“

دوسرے آدمی نے چاقو اٹھایا اور بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ پھر وہ بیہوش ٹام کو اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگے۔

روانگی سے پہلے اُن دونوں نے پرنس کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ رینا خاموش کھڑی یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ اُن کے چلے جانے کے بعد بھی خاموش رہی۔

”ایک گرماگرم کافی۔۔۔۔!“ پرنس اس کے چہرے کے قریب ہاتھ نچا کر بولا۔

”تم دلیر ضرور ہو مگر بالکل احمق۔۔۔۔!“ رینا غصیلے لہجے میں بولی۔ ”دنیا کا کوئی آدمی چاقو کو اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔!“

”دراصل میں دھار دار اسلحہ سے ڈرتا ہوں۔ کہیں الٹ کر اپنے ہی نہ لگ جائے۔ ارے تم مجھے جلدی سے کافی پلواؤ۔۔۔۔ اور پھر شہر کی طرف نکل چلیں۔ ورنہ اگر لڑائی کا موڈ ختم ہو گیا تو اس بلیک میلر سے کیسے نپٹیں گے۔!“

”میں سچ کہتی ہوں۔۔۔۔ فادر فرڈی ننڈ تم سے مل کر بے حد خوش ہوں گے۔!“

”فادر فرڈی ننڈ۔۔۔۔!“ پرنس نے اس طرح دہرایا جیسے حافظے پر زور بھی دے رہا ہو کہ پہلے یہ نام کب اور کہاں سنا تھا۔

”ہاں رات میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔۔۔۔ وہ میرے ہمدرد ہیں اور میں اُن سے ہر معاملے میں مشورہ لیتی ہوں۔!“

”اچھا۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ اُن سے بھی مل لیں گے۔ گرماگرم کافی پلیز۔۔۔۔!“

⁂

جیمسن ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ جولیا اور صدیقی سائیکو مینشن والے فلیٹ سے اس طرح رخصت ہوئے تھے جیسے اب وہاں اُن کا تحفظ ناممکن ہو۔۔۔۔ سامان کرائے کی ایک اسٹیشن ویگن پر بار کیا گیا تھا اور وہ ہوٹل نبراسکا میں جا مقیم ہوئے تھے۔!

تجویز جولیا ہی کی تھی اور سب نے اسے پسند کیا تھا۔

”لیکن اس سے کیا فائدہ ہو گا۔!“ صدیقی نے اس سے پوچھا۔

”میں نے جیمسن سے گفتگو کی تھی۔!“

”تو کیا اُسے ہوش آگیا۔!“

”ہاں۔۔۔۔ اس کا بیان ہے کہ وہ اس کے کمرے کی کھلی ہوئی کھڑکی سے اس طرح اندر داخل ہوا تھا جیسے فضا میں اڑتا ہوا آیا ہو۔۔۔۔ یہ خیال قطعی درست معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جیمسن کو کبھی کھڑکی کے قریب کھڑے دیکھا ہو گا۔ بہر حال جیمسن نے اُسے ایک انفرادی معاملہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے اُس سے کہا تھا کہ پولیس نے اُسے چھوڑ دیا ہے اور ظفر کو روک لیا گیا ہے اور اب وہ میرا ملازم ہے۔ پھر وہ اس کے بیان کی تصدیق ہی کیلئے اسے میرے کمرے میں لایا تھا۔!“

وہ خاموش ہو گئی اور صدیقی ہنس کر بولا۔ ”تنویر آپے سے باہر ہو رہا تھا۔!“

”کیوں۔۔۔۔؟“

”تم نے آخر مجھے کیوں منتخب کیا۔۔۔۔؟“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس آدمی کا مصرف کیا ہے۔! ایکس ٹو کی نظروں میں اُسکی کیا اہمیت ہے۔!“

”یہ بات تو آج تک کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آسکی۔!“

”اس سبز مادے کے تجزیئے کی رپورٹ تم نے دیکھی۔“ جولیا نے کچھ دیر بعد پوچھا۔!

”نہیں۔۔۔۔!“

”کلوروفل۔۔۔۔ جس میں ایک نامعلوم مادے کی آمیزش پائی گئی ہے۔!“

”نامعلوم مادہ۔۔۔۔!“

”یہ کچھ عجیب سے ذرات کے گروپوں پر مشتمل ہے۔! ہر گروپ کے ذرات کی حرکت مختلف ہے۔ اس دوسرے مادے کا تجزیہ الگ سے کیا جائے گا۔ ابھی رپورٹ نامکمل ہے۔!“

”کیا وہ کسی ایسے سیارے کی مخلوق تھی جہاں جاندار اجسام پودوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔!“

”لکھ ڈالو ایک سائنس فکشن۔۔۔۔!“ جولیا ہنس کر بولی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور صدیقی نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

سامنے ایک اجنبی کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے....؟"

"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔"

"آپ ہیں کون....؟"

"میں سول ہسپتال سے آیا ہوں۔!"

"آیئے....!"

اندر آکر وہ جولیا کے لئے احتراماً جھکا اور صدیقی کی اجازت سے خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بڑی مشکل سے پتہ لگا کر آپ لوگوں تک پہنچا ہوں۔!" اس نے کہا۔

"فرمایئے کیسے تکلیف کی....!" صدیقی بولا۔

"آپ کے زخمی ملازم کے بارے میں بات کرنی تھی۔ اگر آپ اُس سے دست بردار ہونا چاہیں تو ایک خداترس آدمی اس کی ذمہ داری لینے پر تیار ہیں۔!"

"اوہ....!" جولیا نے طویل سانس لی اور بولی۔ "یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ہوٹل میں منتقل ہو جانے کے بعد ہمیں اب کسی ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔!"

"لیکن یہ نیک اور خداترس آدمی ہے کون....؟" صدیقی نے پوچھا۔

"ایک غیر ملکی تبلیغی جماعت کے سربراہ فادر فرڈی ننڈ....!"

"وہ کوئی بھی ہوں....!" جولیا جلدی سے بولی۔ "ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ ہمیں تو ایک بڑی الجھن سے نجات مل گئی۔ فادر فرڈی ننڈ کا بہت شکریہ۔!"

اور پھر وہ اجنبی اُن کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا تھا۔

صدیقی اور جولیا معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

◆

اُن کی گاڑی تیز رفتاری سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔

آسمان اب بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔ سردی پچھلے دنوں کے مقابلے میں آج کسی قدر کم تھی۔ لیکن تیز رفتاری کی بناء پر ہوا کے سرد جھونکوں نے اُن کے چہرے بخ کر دیئے تھے۔

"آہستہ چلو....ایسی بھی کیا بدحواسی....!" رینا کچھ دیر بعد بولی۔

"میرا ہر کام عموماً جلدی کا ہوتا ہے۔ اگر دیر ہو جائے تو پھر وہی موڈ کا جھگڑا....دراصل میرا ستارہ ایسا ہی ہے۔!" پرنس مسکرا کر بولا۔

"اوہو تو کیا ستاروں سے بھی دلچسپی ہے تمہیں۔!"

"بہت زیادہ نہیں....!"

"میرا کون سا ستارہ ہے....؟"

"عورتوں کا کوئی ستارہ نہیں ہوتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"عورتیں تو خود چاند ہوتی ہیں۔!" پرنس آہستہ سے بولا۔

"اوہ....تو تم اس قسم کی گفتگو بھی کر سکتے ہو....؟"

رینا نے محسوس کیا جیسے وہ شرمارہا ہو اور غیر ارادی طور پر وہ جملہ اُس کی زبان سے نکلا ہو۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور پرنس کچھ اور زیادہ جھینپتا ہوا سا نظر آنے لگا۔

رینا ہنستی ہی چلی گئی اور پھر وہ بھنا کر بولا۔ "یہ فادر فرڈی ننڈ کیسا آدمی ہے۔ مجھے مذہبی قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔!"

"تم انہیں بہت اچھا پاؤ گے....!"

"ڈاڑھی دار ہیں....؟"

"بہت نورانی شکل ہے۔!"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا....مجھے پہلے ہی معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!" وہ پُرتشویش لہجے میں بولا۔

"کیا معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!"

"یہی کہ ڈاڑھی دار ہیں کہ نہیں۔!"

"اس میں کون سی مصیبت آگئی۔!"

"ڈاڑھی والوں کے سامنے میری زبان نہیں کھلتی....ہکلانے لگتا ہوں۔ ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے دنیا میں ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا۔ بیکار وقت ضائع کیا ہے۔ میرے محسوسات کچھ عجیب سے ہوتے ہیں۔ تم بور تو نہیں ہو رہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم خود بھی مذہبی قسم کے آدمی ہو۔!"

"ارے کہاں.... ؟ کاش ہوتا۔" پرنس نے ٹھنڈی سانس لی۔

شہر پہنچ کر ریناؔ اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دیتی رہی تھی اور وہ بالآخر ایک بڑی عمارت کے سامنے رکے تھے۔

عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ایک بار پھر پرنس نے اپنی وحشت زدگی کا ذکر کیا۔

ریناؔ اُسے ڈھارس بندھاتی ہوئی بولی۔ "تم اُن سے مل کر بہت سکون محسوس کرو گے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ اُن کے سامنے نروس ہو جاؤ گے۔!"

انہیں ایک خادم نے ڈرائینگ روم کا راستہ دکھایا اور انہیں وہاں بٹھا کر رینا کا کارڈ لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد فرڈی ننڈ کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں اٹھ گئے اور اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں دعائیں دیں۔

"فادر.... یہی ہیں پرنس عبدل.... جن کا ذکر میں نے آپ سے کیا تھا۔!"

"اوہ.... اچھا....!" پادری نے پرنس سے مصافحہ کیا.... لیکن رینا نے محسوس کیا کہ پرنس کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔! اس کی آنکھوں میں خوف زدگی کے آثار بھی تھے۔

"کیوں میرے بچے.... تمہیں کیا تکلیف ہے.... ؟" فرڈی ننڈ نے دفعتاً بڑے پیار سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.... فادر....!" رینا جلدی سے بولی۔ "یہ بالکل ٹھیک ہیں ابھی باہر مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں مذہبی آدمیوں کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن اس احترام میں خوف کا جذبہ بھی شامل ہوتا ہے۔!"

پادری مسکرایا.... اور پھر اُسے دعا دی۔

"میں ایک بڑی اہم بات بتانے حاضر ہوئی ہوں فادر....!" رینا کچھ دیر بعد بولی۔

"کیا بات ہے میری بچی.... ؟"

"پرنس کا مشورہ نہیں ہے کہ میں ڈیڈی کے دوست علی عمران سے مدد لوں۔!"

"کیوں؟ ڈیڈی تو اس کی بڑی تعریفیں کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ بہ آسانی انہیں ڈھونڈ نکالے گا۔!"

"پرنس تم ہی بتاؤ....!" رینا نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فف.... فادر....!" پرنس شرمیلے انداز میں ہکلایا۔ "وہ.... اچھا.... آدمی نہیں ہے اکثر پولیس اور مجرموں دونوں کو بلیک میل کر ڈالتا ہے۔!"

"لیکن وہ دونوں بچے مجرم تو نہیں ہیں۔!"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا.... فادر.... وہ بظاہر بیوقوف لیکن بے حد چالاک آدمی ہے۔ وہ یہ ضرور سوچے گا کہ براہِ راست پولیس سے مدد لینے کی بجائے یہ لوگ میرے پاس کیوں آئے ہیں۔!"

پادری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... میرے بچے۔!"

"رینا نے مجھے دونوں تصویریں دکھائی تھیں۔ ایک کو میں پہچانتا ہوں۔!"

"تم.... ؟" پادری چونک پڑا۔ آنکھوں میں سیاہ شیشوں کی عینک نہ ہوتی تو وہ شائد اُن میں حیرت کے آثار بھی دیکھ سکتے۔!"

"ہاں فادر....!"

"کیسے پہچانتے ہو.... ؟"

"گھنی مونچھوں اور پھولی ہوئی بھدی ناک والے کو....!"

"اور دوسرا.... ؟"

"اُسے میں نہیں جانتا.... وہ بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی ہوگا۔!"

"گروہ.... ؟"

"ہاں فادر.... وہ ایک خطرناک قسم کا بلیک میلر ہے۔ میں خود بھی اس کی زیادتی کا شکار ہوں۔ زندگی تلخ ہو گئی ہے میری۔!"

"اوہ....!"

رینا نے مختصراً پرنس کی کہانی دہرائی۔ پادری غور سے سنتا رہا۔ کہانی کے دوران میں اکثر اس کی زبان سے متاسفانہ کلمات بھی نکلتے رہے تھے۔

کہانی کے اختتام پر وہ غم انگیز لہجے میں بولا۔ "آسمانی باپ تم پر رحم کرے۔!"

تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی مسلط رہی۔ پھر پادری ہی نے سکوت توڑا تھا۔

"وہ جس نے پیدا کیا ہے ہر ایک کے احوال سے واقف ہے۔ کسی آدمی کو اُس نے اتنی قوت نہیں دی کہ وہ غیب کا حال جان سکے۔ پس آدمی کو اپنی ہی کھال میں رہنا چاہئے۔ وہ ہمارے گناہوں سے واقف ہے۔ اُن کی سزا خود دے گا۔ وہ کسی ایسے آدمی کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ جو دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھائے۔!"

پادری خاموش ہو گیا اس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اچانک اُسے غصہ آگیا ہو۔!

پرنس نے خوف زدہ نظروں سے رینا کی طرف دیکھا۔

دفعتاً پادری پھر بولا۔ "سب سے بڑا آدمی وہی ہے جو شر کی قوتوں کو فنا کردینے کی طاقت رکھتا ہو۔ پتہ نہیں کتنے دکھی انسان اس کے پنجوں میں سسک رہے ہوں گے۔ ان کا نام کیا ہے میرے بچے۔!"

"اس کے مکان کے پھاٹک پر نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے اس پر.... پی سی ڈھمپ تحریر ہے۔ ایک بار میں نے ایک عورت کو اُسے ڈھمپی کہتے سنا تھا۔!"

"اُوہ تو تم اس کی جائے رہائش سے بھی واقف ہو....!"

"ہاں فادر....!"

"تمہیں تو اب تک اُسے فنا کردینا چاہئے تھا۔!"

"بہت چالاک ہے فادر.... میں نے کئی بار کوشش کی ہے۔!"

"آسمانی باپ تمہاری مدد کرے گا۔ یقیناً اب اس کا آخری وقت قریب ہے ورنہ تم مجھ تک کیونکر پہنچتے۔!"

"بڑا عجیب اتفاق ہے فادر....!"

"آسمان والے کا ہر کام مناسب وقت پر ہوتا ہے۔ رینا میری بچی میں تمہارے لئے بہت مغموم ہوں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنے بھائیوں کی بازیابی تک اسی چھت کے نیچے قیام کرو۔!"

"تمہارے لئے بھی میرے بچے!" وہ پرنس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ مکان حاضر ہے۔!"

"شکریہ فادر.... میں بھی اپنے اس معاملے کے تصفیے تک گھر میں قدم نہیں رکھنا چاہتا۔!"

"تو میری میزبانی قبول کرو....!"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی فادر.... رینا بہت اچھی دوست ہیں.... اگر ان دنوں مجھے ان کا سہارا نصیب نہ ہوتا تو میں شائد مر ہی جاتا۔!"

"آسمانی باپ رحم کرنے والا ہے۔!"

◆

آج ہارپر کی تصاویر کی نمائش کا افتتاح ہونے والا تھا۔ چوہان اور خاور نمائش گاہ میں موجود

تھے۔! نعمانی اور تنویر نمائش گاہ کے باہر ہی مناسب مقامات پر ٹھہر گئے تھے۔

"آخر یہ ہارپر اب تک کیوں زندہ ہے۔!" تنویر نے نعمانی کو مخاطب کیا۔

"یہ تینوں اسی لئے زندہ ہیں کہ ہم لوگ اُن کے ہاتھ آسکیں۔ صفدر کا حشر سامنے ہے۔!"

دفعتاً تنویر چونک پڑا۔ ایک گاڑی اُس کے قریب آکر رکی تھی اور ایک آدمی اس پر سے اترا تھا اور نمائش گاہ کے صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

"اسے پہچانتے ہو....!" تنویر نے نعمانی سے پوچھا۔

"غالباً کہیں دیکھا ہے.... یاد نہیں پڑتا....!"

"رحمان صاحب کے محکمے کے ایک ڈپٹی ڈائریکٹر سعید صاحب ہیں۔!"

"اوہو.... تو کیا یہ لوگ بھی....؟"

"پتہ نہیں....!"

"اگر یہ بات ہے تو تم یہیں ٹھہرو.... میں اندر جاکر دیکھتا ہوں۔!"

تنویر نے بُرا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی۔

نعمانی ہال میں داخل ہوا۔ ابھی یہاں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔!

ڈپٹی ڈائریکٹر ایک آدمی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے ہارپر کی طرف بڑھا۔

نعمانی اسکے پہنچنے سے پہلے ہی اُس بڑی تصویر کے قریب جا کھڑا ہوا۔ ہارپر دوسری طرف متوجہ تھا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر اس کے پاس پہنچ کر بولا۔

"ایکسکیوزمی.... کیا یہ تمہاری تصاویر ہیں....؟"

"جی ہاں....!" ہارپر نے اس کی طرف مڑ کر اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر نے اپنی بغل میں دبے ہوئے اخبار کے رول کو کھولتے ہوئے کسی اشتہار کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔ "کیا یہ اشتہار اسی نمائش کا ہے۔!"

"جی ہاں.... ہے تو....؟" ہارپر نے کہا اس کے لہجے میں حیرت بھی تھی۔

"اس میں اس نشان کا کیا مطلب ہے۔!"

"بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔ اشتہار کا تعلق براہِ راست مجھ سے نہیں جس کلچرل سوسائٹی نے نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ اس کا سکریٹری ہی اس کے بارے میں بتا سکے گا۔!"

”سیکریٹری کون ہے....؟“

”مسٹر ویلفریڈ....!“

”اس سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!“

”اس آدمی سے پوچھئے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔!“ ہارپر کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

ڈپٹی ڈائریکٹر اب اُس آدمی کی جانب چل پڑا جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔

نعمانی بہت احتیاط سے آگے بڑھتا رہا اور اس وقت اُن کے قریب پہنچا جب دوسرا آدمی کہہ رہا تھا۔ ”مسٹر ویلفریڈ اس وقت کوزی بار میں ہوں گے کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں۔!“

”نہیں۔!“

”تو پھر آپ کاؤنٹر کلرک سے پوچھئے گا۔ وہ بتا دے گا۔!“

”شکریہ....!“ ڈپٹی ڈائریکٹر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اب نعمانی کو جلدی نہیں تھی کیونکہ ”کوزی بار“ نام کا شراب خانہ اسی عمارت کے ایک حصے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی باہر نکلا اور کوزی بار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس نے تنویر کو وہیں ٹھہرنے کا اشارد کیا تھا۔

کوزی بار بہت بڑی جگہ نہیں تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی ڈپٹی ڈائریکٹر پر نظر پڑی۔ وہ ایک بڑی مونچھوں والے لحیم شحیم غیر ملکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

اُن کے قریب ہی ایک خالی میز نعمانی نے بھی سنبھال لی۔

غیر ملکی....ڈپٹی ڈائریکٹر سے کہہ رہا تھا۔ ”یہ نشان اسی لئے اشتہار میں دیا گیا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے لوگ متوجہ ہو جائیں۔!“

”اچھا تو پھر....؟“ ڈپٹی ڈائریکٹر کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

”بے حد دشواریوں کا سامنا ہے....!“

”کون سی آفت آگئی ہے۔!“

”کیوں نہیں....! آخر کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ کا کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا۔!“

”پتہ نہیں کیوں....!“

”جب آپ کو پتہ نہیں تو پھر ہمارے لئے دشواریاں ہی دشواریاں ہیں۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا....!“ ڈائریکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں بھی مجبور ہوں جناب....!“

”اگر شام تک تصویر نہ پہنچی تو تم سب اندر نظر آؤ گے۔!“

”اس سے کیا فرق پڑے گا۔!“ ویلفریڈ نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں سوال کیا۔

”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!“

”بالکل ہوش میں ہوں.... جناب اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ اپنی دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔!“

نعمانی بظاہر اخبار دیکھنے میں محو تھا اور اس کے سامنے میز پر بیئر کی سر بند بوتل رکھی ہوئی تھی جو اس نے اس دوران میں ویٹر سے طلب کی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہاں بیٹھ کر پینے کا ارادہ نہ ہو۔ بلکہ اُسے اپنی ساتھ لے جائے گا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”اچھا دیکھ لینا....!“

”لیکن اس کے بعد آپ تصویر کو ترس جائیں گے۔!“ ویلفریڈ ہنس کر بولا۔

”تم آخر چاہتے کیا ہو....؟“

”مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا....؟“

”اچھی بات ہے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ تصویر مجھے شام تک ملنی چاہئے۔!“

”خیر مل جائے گی.... لیکن اگر آپ نے وعدہ پورا نہ کیا تو اُسے آخری ہی تصویر سمجھئے گا۔!“

”کس وقت اور کہاں ملے گی....؟“

”بس آپ کی کوٹھی پر پہنچا دی جائے گی۔!“

”اس میں فرق نہ پڑنا چاہئے۔!“

”آپ بھی اگر اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے تو....!“ ویلفریڈ جملہ ادھورا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ ڈپٹی ڈائریکٹر بھی اٹھ گیا تھا۔ دونوں نے مصافحہ کیا اور ڈپٹی ڈائریکٹر رخصت ہو گیا۔

نعمانی نے طویل سانس لی.... جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اخبار پر نظر جمائے ہوئے سگریٹ سلگانے لگا۔

اس اخبار میں بھی نمائش کا اشتہار تھا اور اس کے اوپر کیوپڈ کی تصویر تھی۔ اس تصویر کے علاوہ

اور کوئی نشان اشتہار میں موجود نہیں تھا۔۔۔۔!

لیکن کیوپڈ کی یہ تصویر اُس کی عام تصویروں سے مختلف تھی۔ اس تصویر میں دو مونہے سانپ کو کمان کی شکل دی گئی تھی اور تیر دو دھارے خنجر سے مشابہہ تھا۔

◆

جیمسن کی گردن سے ناف کے نیچے تک پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے بسی پائی جاتی تھی۔

بستر پر چت لیٹا ہوا تھا اور ڈاڑھی چھت کی طرف پچھتر ڈگری کا زاویہ بنا رہی تھی۔

پادری فرڈیننڈ اس پر جھکا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

”تم کسی بات کی فکر نہ کرنا میرے بچے۔! جن لوگوں کے تم ملازم تھے انہوں نے ہوٹل میں رہائش اختیار کرلی۔ اس لئے اب انہیں ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔!“

”مجھے اس کی پرواہ نہیں جناب۔۔۔۔!“ جیمسن کمزور سی آواز میں بولا۔

”لیکن تم بے سہارا تو نہیں ہو۔ تمہاری خبر گیری میں نے اپنے ذمہ لی ہے۔ یہاں کئی اور مریض بھی ایسے ہیں جن کی دیکھ بھال میں کرتا ہوں۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو!“

”طلسم ہوشربا کی ساتوں جلدیں منگوا دیجئے۔!“

”یہ کیا چیز ہے۔۔۔۔؟“

”اردو کلاسیکس کا ایک سلسلہ ہے۔ جس کے سات حصے ہیں۔ دو جلدیں میں پڑھ چکا ہوں۔ آپ فی الحال تیسری جلد منگوا دیجئے۔!“

”مہیا کرنے کی کوشش کروں گا۔۔۔۔ اور کچھ۔۔۔۔!“

”ساتوں جلدیں ختم کرنے کے بعد بتاؤں گا۔!“

پادری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تمہیں یہ حادثہ کیونکر پیش آیا تھا۔!“

”وہ کوئی بھوت تھا جناب عالی۔۔۔۔!“

”بھوت۔۔۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔۔!“

”اڑتا ہوا میرے کمرے کی کھڑکی سے اندر داخل ہوا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگا تم کن لوگوں کے ساتھ ہو! میں نے کہا کیا آپ میری مالکہ سے ملنا چاہتے ہیں۔!“ وہ میری کمر سے ریوالور کی نال لگا کر مجھے میری مالک کے کمرے تک لے گیا تھا۔ پھر وہاں اس کے سامنے میری پسلیاں توڑ کر رکھ دیں۔!“

”لیکن تم نے پولیس کو تو یہ بتایا ہے کہ تم زینوں سے گر گئے تھے۔!“

”کیا وہ اس پر یقین کر لیتے۔!“

”تم کو سچ بولنا چاہئے تھا میرے بچے۔!“

”آپ سے تو جھوٹ نہیں کہا میں نے۔۔۔۔! مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات پر یقین کر لیں گے۔ کیونکہ سارے مذاہب میں بد ارواح کا تصور موجود ہے۔ رہ گئے پولیس والے تو وہ ڈنڈے کے علاوہ اور کسی چیز کو بھی بھوت نہیں سمجھتے۔!“

”تمہاری مالکہ نے بھی ایسی کوئی رپورٹ پولیس کو نہیں دی۔!“

”وہ ایک سوئیس خاتون ہیں۔!“

”اس سے کیا ہوتا ہے۔۔۔۔ وہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔!“

”جناب عالی۔۔۔۔ اس سلسلے میں وہ خاتون ہی کچھ بتا سکیں گی۔ اپنی مصلحتیں وہ آپ جانیں۔!“

”کیا پی سی ڈھمپ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔!“

”پی۔۔۔۔ سی۔۔۔۔ ڈھمپ۔۔۔۔؟“ جیمسن کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔

”کیا تم اس نام کے کسی آدمی کو جانتے ہو۔!“

”نہیں جناب۔۔۔۔! میں غور کر رہا تھا کہ ڈھمپ کس زبان کا لفظ ہو سکتا ہے۔!“

”تم نے اپنی بے ہوشی کے دوران میں کئی بار یہ نام دہرایا تھا۔!“

”ٹھہریئے۔۔۔۔! مجھے سوچنے دیجئے۔!“ جیمسن نے کہا اور متفکرانہ انداز میں خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”ہو سکتا ہے اس بھوت کا حلیہ میرے لاشعور سے کوئی ایسا بے تکا لفظ نکال لایا ہو۔۔۔۔ ایک ایسی ہستی جس کی شکل نظر نہ آرہی ہو ڈھمپ ہی تو کہلائے گی۔!“

”تو تم ڈھمپ کو نہیں جانتے۔!“

”کسی ایسی ہستی کو میرا تصور بھی ہضم نہیں کر سکتا جس کا نام ڈھمپ ہو۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اردو کے کلاسیکی ادب میں بھی اس قسم کا کوئی نام میری نظر سے نہیں گذرا۔۔۔۔!“

”تمہیں کلاسیکی سے دلچسپی ہے؟“

”صرف اردو کی کلاسیکی سے۔۔۔۔ اگر وہ کسی لکھنوی بزرگ کا کارنامہ ہو تو ملکہ وکٹوریہ تک

سروتے سے ڈلیاں کترتی نظر آئیں گی۔!"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت کیا بک رہا ہوں۔ شائد اس نام ڈھمپ نے میرے ذہن پر بُرا اثر ڈالا ہے۔!"

"کیا تم بالکل تنہا ہو....!"

"جی ہاں.... بالکل.... میرا اصل مالک جیل میں ہے۔!"

"کیوں....؟"

"ہم دونوں کو بھی اس کی وجہ نہیں معلوم.... انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے.... لیکن میرے مالک کو نہیں چھوڑا۔!"

"کیا تم سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا۔!"

"نہیں جناب.... جرم سے ہم سرزد ہو گئے تھے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"ہولی فادر.... میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔! وہ یقیناً کوئی بدروح تھی۔ میرے لئے کچھ کیجئے۔ کوئی روحانی عمل.... پلاسٹر چڑھا دینے سے ہڈیاں تو جڑ جائیں گی.... لیکن میرے دل و دماغ پر اُسی بھوت کا قبضہ رہے گا۔!"

"اچھی بات ہے میرے بچے.... میں تدبیر کروں گا۔!"

"بہت بہت شکریہ فادر....!"

پادری پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کیا تم کسی کرسٹوپاؤلس کو جانتے ہو....!"

"میرا خیال ہے کہ میں نے یہ نام اپنے مالک کی زبان سے سنا ہے۔!"

"تمہارے مالک کا کیا نام ہے۔!"

"ظفر الملک....!"

"کیا کوئی سنگین الزام تھا۔!"

"میرا باس ہی جانے....! اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا بس ہم اچانک دھر لئے گئے تھے۔!"

"چھپانے کی کوشش نہ کرو.... میرے بچے شائد میں اس کی بھی مدد کرسکوں۔!"

"میرا باس مجھے اپنے معاملات سے باخبر نہیں رکھتا تھا۔!" جیمسن نے کہا اور پھر بہت آہستہ سے بولا۔ "وہ ایک لاش کا معاملہ تھا۔!"

"لاش....؟"

"ہاں فادر.... وہ لڑکی پہلے میرے باس کی سیکریٹری رہ چکی تھی۔ ایک دن ہم ایک نئے مکان میں منتقل ہوئے اور وہاں ہم نے اس لڑکی کی لاش چھت سے لٹکی دیکھی اور پھر اچانک پولیس وہاں پہنچ گئی۔!"

"بڑی بھیانک بات ہے۔!"

"پتہ نہیں کون ہے جو ہمیں پریشان کر رہا ہے۔ پتہ نہیں ہم کو پھانسی دلوا کر اُسے کیا ملے گا۔!"

"کرسٹوپاؤلس کے بارے میں تمہارے باس نے کیا بتایا تھا۔!"

"اچھی طرح یاد نہیں۔!" جیمسن پادری کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کرسٹوپاؤلس کون ہے فادر.... اور اس کا ہمارے معاملات سے کیا تعلق....!"

"ہو سکتا ہے وہی تمہارے مصائب کا ذمہ دار ہو۔!"

"کیا وہ کوئی بُرا آدمی ہے۔!"

"بہت بُرا میرے بچے۔ کیا تم لوگوں سے کبھی کوئی ایسا جرم سرزد ہوا تھا جسکا الزام تم پر نہ آسکا ہو۔!"

"نہیں فادر.... مجھے تو یاد نہیں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہارے باس سے سرزد ہوا ہو اور تم لاعلم ہو۔!"

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں فادر....!"

"کرسٹوپاؤلس ایسے آدمیوں کو بلیک میل کر کے اپنے لئے کار آمد بناتا ہے لیکن اب تم فکر نہ کرو.... وہ یہاں سے اچانک فرار ہو گیا ہے اور جہاں بھی جائے گا مار ڈالا جائے گا۔!"

"میں اس کے متعلق تفصیل سے کچھ نہیں جانتا۔!"

"دنیا کے بہتیرے آدمی اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچے گا۔!"

"مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں سوائے اس بھوت کے۔ آپ تو کچھ اس سلسلے میں کر دیجئے فادر وہ میرے ذہن پر بُری طرح چھایا ہوا ہے۔!"

"تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ پھر بھی میں اس پر غور کروں گا.... دعا کروں

گا تمہارے لئے۔!“

”شکریہ فادر....!“ جیمسن نے کہا اور کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

◆

ڈپٹی ڈائریکٹر سعید کی کوٹھی کی نگرانی شروع ہو چکی تھی۔ نعمانی اور چوہان مختلف جگہوں سے آنے والوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

ٹھیک چھ بجے کوٹھی کے پھاٹک پر ایک رکشا رکا اور اُس پر سے ایک آدمی اتر کر میٹر دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کرایہ ادا کیا تھا اور اُس پر سے ایک بڑا سا پیکٹ اتار کر کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا تھا۔ پیکٹ کی بناوٹ بتاتی تھی کہ اس میں فریم کی ہوئی کوئی تصویر ہی ہو سکتی ہے۔

اس کے اندر داخل ہو جانے کے بعد نعمانی اور چوہان اپنی جگہوں سے ہٹ کر ایک دوسرے سے آملے۔

”کیا خیال ہے۔!“ نعمانی بولا۔

”پیکٹ میں کوئی فریم ہی معلوم ہوتا تھا۔!“

”لیکن وہ ہمارے ہاتھ کیونکر لگے۔!“

”ناممکن ہے۔!“

”تو پھر....؟“

”اس آدمی کا تعاقب کریں گے۔!“

”وہ کوئی اہم آدمی نہ ہو گا۔!“

”پھر بھی۔!“

”دراصل مجھ سے غلطی ہوئی۔!“ نعمانی بڑبڑایا۔ ”مجھے کوزی بار ہی میں رک کر اس آدمی ویلفریڈ کی نگرانی کرنی چاہئے تھی۔!“

وہ اس آدمی کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔

”جولیا اور صدیقی زن و شوہر کی حیثیت سے نبراسکا میں مقیم ہیں۔!“ چوہان تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تنویر کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ آخر جولیا نے اس پارٹ کے لئے صدیقی ہی کا انتخاب کیوں کیا؟“

”جیمسن کو سائیکو مینشن میں نہیں رکھنا چاہئے تھا۔!“

”بہتیری باتیں نہیں ہونی چاہئے تھیں۔ لیکن بہر حال ہوئیں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔!“

”وہ مردود ابھی تک نہیں پلٹا....!“ چوہان نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”اُس پر اسرار نقاب پوش کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور پھر اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔!“

”صفدر کا خیال ہے کہ ولبر سناکس کے بیان کے مطابق وہی شخص اے ون ہو سکتا ہے۔!“

”جیمسن کا کہنا ہے کہ وہ اڑتا ہوا اس کی کھڑکی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔!“

”جیمسن....! شاید کسی قسم کا پینک لانے والا نشہ استعمال کرتا ہے۔!“

”اس کلوروفل کا کیا چکر تھا۔!“

”میں اس قسم کے شعبدوں کے پھیر میں نہیں پڑتا.... میں نے صفدر سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔

وہ اس آدمی کے دوبارہ برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھاٹک پر آکھڑا ہوا۔ چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر ایک سمت پیدل چل پڑا۔

”لاحول ولا قوۃ....!“ نعمانی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”تم ہی جاؤ....!“ چوہان بڑبڑایا۔

”میرا خیال ہے کہ اب اس کا تعاقب کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔!“

”جیسا دل چاہے۔!“ چوہان نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

نعمانی کا خیال تھا کہ کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے معقول معاوضے پر کوئی بھی تیار ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر متعلق شخص.... جو بعد میں کسی کی بھی نشاندھی نہ کر سکے۔!

وہ اس شخص کا تعاقب کرتا اور جھنجھلاتا رہا۔ اس وقت نہ جانے کیوں اُس کی قوت فیصلہ جواب دے گئی تھی۔ تعاقب جاری رکھے یا اسے نظر انداز کر دے۔

دفعتاً عقب سے ایک گاڑی آکر اس کے قریب رکی اور چوہان کی آواز سنائی دی۔

”اُسے چھوڑو.... ادھر آجاؤ....!“

نعمانی نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔ گاڑی دوبارہ حرکت میں آگئی۔

"ابھی میں نے ٹرانس میٹر پر صفدر سے گفتگو کی تھی۔!" چوہان بولا۔ "وہ کہہ رہا تھا کہ اس آدمی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ویلفریڈ پر نظر رکھی جائے۔!"

"مجھے پہلے ہی اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔!"

"اب دوسرا کام درپیش ہے....!" چوہان بولا۔

"وہ کیا....؟"

"پی.... سی.... ڈھمپ والے بنگلے میں ملازموں کی حیثیت سے قیام.... ہمیں فوری طور پر وہاں پہنچنا ہے۔!"

"اوہو.... تو کیا وہ حضرت وہیں مقیم ہیں۔!"

"پتہ نہیں.... بہر حال بعض اوقات وہ یہی نام اختیار کر کے کام کرتا ہے۔!"

"چلو وہیں جھک ماریں۔!"

"اس سے پہلے ہمیں میک اپ بھی کرنا پڑے گا۔ ویلفریڈ کی نگرانی کسی اور سے کرائی جائے گی۔!"

◆

رات تاریک تھی.... وہ گاڑی سے اترا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بنگلے کی کمپاؤنڈ وال کے پاس پہنچا پھر ایک ہی جست اُسے کمپاؤنڈ وال کی دوسری طرف لے گئی۔

پائیں باغ میں اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ وہ عمارت کی طرف بڑھتا رہا۔

سر تاپا سیاہ پوش تھا۔ چہرے پر بھی غلاف سا منڈھ رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے دیکھ لئے جانے کا خوف ہی نہ ہو۔!

برآمدے میں پہنچ کر اس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھما کر دیکھا دروازہ مقفل تھا۔

قفل کا سوراخ ٹٹول کر اُس نے ایک باریک سا اوزار اُس میں ڈالا.... ہاتھ کو ہلکی سی جنبش دی اور قفل کھلنے کی آواز سن کر ہینڈل پھر گھمایا۔ اس بار دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ صرف ایک دروازے کے شیشوں سے گہری نیلی روشنی کا عکس راہداری میں پڑ رہا تھا۔

یہاں رک کر اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ لیکن ہینڈل گھماتے ہی نہ صرف دروازہ کھلا بلکہ کمرے میں تیز قسم کی روشنی بھی پھیل گئی۔ غالباً روشنی کے اُس اچانک جھماکے ہی کی بناء پر سامنے مسہری پر سونے والا جاگ پڑا تھا۔

سیاہ پوش نے ریوالور اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنا۔!"

بھدی ناک اور گھنی مونچھوں والا مسہری پر پڑا بے بسی سے پلکیں جھپکاتا رہا۔

"اب اٹھ بیٹھو....!" سیاہ پوش نے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دے کر کہا۔

"تم کون ہو میرے بھائی۔!" اُس نے اٹھتے ہوئے بھرائی سی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری موت....!" جواب ملا۔

"مگر مجھے تو ایک نجومی نے بتایا تھا کہ کسی بوڑھی عورت کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔!"

"بکواس بند کرو....!" بھدی ناک والا قہقہہ لگا کر بولا۔ "پرنس عبدالمنان بچوں کی سی حرکتیں نہ کرو.... اس سے کیا فائدہ! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر قابو نہ پا سکو گے۔ اگر تم مجھے کچھ نہیں دے سکتے تو روشی کے مطالبات پورے کرو۔!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔!" نقاب پوش بولا۔

"تو پھر تم کون ہو....؟"

"وہی جس سے تم ملنا چاہتے تھے۔!"

"آہا.... تو پھر تم ان مناروں والیوں کے باس ہو سکتے ہو۔!"

"اس بار تم سے اندازے کی غلطی نہیں ہوئی۔!"

"تو معاملے کی بات کرو.... ریوالور جیب میں رکھ لو....!"

"میں تمہیں فنا کر دوں گا.... تم جیسے حقیر کیڑوں سے معاملے کی بات ہو نہہ....!"

"تو پھر اپنے آدمیوں سے ہاتھ دھو رکھو....!"

"کون سے آدمی....؟"

"وہ دونوں عورتیں.... ڈکسن برادران اور ولبر سناکس....!"

"شاطر کو مہرے پٹنے کا غم نہیں ہوتا۔ میں نے تو تم سے بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ سب زندہ ہیں یا مر گئے۔!"

"پھر تم کیا یہاں جھک مارنے آئے ہو۔!"

"نہیں.... تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس کے لئے کام کر رہے ہو۔!"

”اپنے لئے...!“

”کیا مطلب....؟“

”کوئی بڑی رقم لے کر میں تمہاری راہ سے ہٹ جاؤں گا۔!“

اچانک دو آدمی عقب سے نقاب پوش پر ٹوٹ پڑے اور پھولی ہوئی ناک والے نے اچھل کر اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

ریوالور اچھل کر دور جا پڑا۔ لیکن ساتھ ہی وہ دونوں آدمی بھی اچھل اچھل کر دونوں اطراف کی دیواروں سے جا ٹکرائے۔

بھدی ناک والا ریوالور پر قبضہ کر چکا تھا۔

”ہلنا نہیں.... اپنی جگہ سے.... ورنہ فائر کر دوں گا۔!“ اس نے نقاب پوش کو دھمکی دی۔

اُن دونوں نے اٹھنا چاہا لیکن چکرا کر گر پڑے۔ غالباً اُن کے سر دیواروں سے ٹکرائے تھے۔!

نقاب پوش پر دھمکیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ دونوں ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے اُس سے بغل گیر ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔!

”اچھی بات ہے۔!“ بھدی ناک والا سر ہلا کر بولا۔ ”اگر تم معانقہ ہی کرنا چاہتے ہو تو یہ لو۔!“

اُس نے ریوالور مسہری پر اچھال دیا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ دفعتاً نقاب پوش آہستہ روی ترک کر کے اُس پر جھپٹ پڑا۔ لیکن بھدی ناک والا جھکائی دے کر برق رفتاری سے اُس کی پشت پر نہ صرف پہنچا تھا بلکہ کمر پر ایک لات بھی رسید کر دی تھی۔

نقاب پوش لڑکھڑاتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ وہیں ایک آدمی بھی پڑا ہوا تھا اُس نے اُس کی ٹانگیں دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیں اور وہ پھر دوسری جانب چاروں شانے چت گرا۔

پھر بھدی ناک والے نے نیچے جھک کر اس کے چہرے پر منڈھا ہوا غلاف اتارنا چاہا تھا کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن جکڑ لی۔ گرفت مضبوط تھی۔ وہ گلو خلاصی کیلئے زور لگانے لگا۔

اب پوزیشن یہ تھی کہ نقاب پوش کی ٹانگیں اس آدمی کی گرفت میں تھیں اور خود اس نے بھدی ناک والے کی گردن جکڑ رکھی تھی۔ دوسرا آدمی جھلائے ہوئے انداز میں اٹھا اور بستر پر پڑے ہوئے ریوالور پر قبضہ کر کے دہاڑا۔

”گردن چھوڑ دو.... ورنہ فائر کر دوں گا۔!“

لیکن اس نے بھدی ناک والے کی گردن نہ چھوڑی۔ البتہ اپنی دونوں ٹانگیں اس آدمی کی گرفت سے چھڑا کر ٹانگوں ہی سے اس کی مرمت کرنے لگا۔

اس کی کراہیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ دفعتاً دوسرے آدمی نے اس پر فائر جھونک مارا۔

”کیا کرتے ہو....!“ بھدی ناک والا غرایا۔ اتنے میں اس نے جو زور لگایا تو نقاب پوش کی گرفت اس کی گردن پر ڈھیلی پڑ گئی لیکن جب وہ اسے دھکا دے کر اچھلا تو یہ پتہ چلا کہ گرفت خود اس نے دیدہ دانستہ ڈھیلی کی تھی۔

بھدی ناک والا اس کے اچانک اچھلنے کی بناء پر لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ نقاب پوش نے دوسری چھلانگ لگائی اور بیڈ روم کے دروازے سے گذر گیا۔

دوسرے آدمی نے پھر فائر جھونک مارا۔

”کیا حماقت کر رہے ہو۔!“ بھدی ناک والا جھلا کر بولا۔ ”پوری بستی کو جگاؤ گے۔!“

پھر اُس نے دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ پوری عمارت ایک زور دار دھماکے سے لرز اٹھی۔

○

وہ منہ کے بل فرش پر گرے تھے۔ دھوئیں کا ایک زبردست ریلا دروازے سے داخل ہوا۔

”اٹھو بھاگو.... وہ کھڑکی.... وہ کھڑکی کھولو۔!“

بھدی ناک والا چیخا.... اور جیسے ہی ان میں سے ایک آدمی کھڑکی کے قریب پہنچا بھدی ناک والے نے جھپٹ کر روشنی بجھا دی۔

”یہ کیا کر رہے ہو....!“ دونوں نے بیک وقت کہا۔

”جلدی کرو.... کھڑکی کھولو....!“

”وہ تینوں ہی اب بُری طرح کھانس رہے تھے کسی نہ کسی طرح کھڑکی کھلی اور انہوں نے باہر چھلانگیں لگانی شروع کیں.... ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی جیسے ٹامی گن سے فائرنگ ہوئی ہو۔

”خبردار اٹھنا نہیں۔!“ بھدی ناک والا آہستہ سے بولا۔ ”رینگتے ہوئے عمارت کی پشت پر نکل چلو!“

کمپاؤنڈ کے باہر سڑک پر سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

”نکل چلو.... چلو.... ورنہ دشواری میں پڑیں گے۔!“ بھدی ناک والا بولا۔ ”اب چہار دیواری پر چڑھ کر دوسری طرف کود جاؤ۔!“

تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے کافی فاصلے پر تھے۔!“

بھدی ناک والا کہہ رہا تھا۔”اس لئے بجھائی تھی لائٹ.... اُس نے دھوئیں کا بم پھینکا تھا.... اگر ہمارے فرار ہوتے وقت کھڑکی میں روشنی ہوتی تو ہم ٹامی گن کی بوچھاڑ کی نظر ہو چکے ہوتے۔ کیا خیال ہے میرے دوستو!“

وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

کچھ دیر بعد بھدی ناک والا پھر بولا۔”تم نے فائر کر کے کھیل بگاڑ دیا۔ دونوں چلتے چلتے رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔”میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ وہی ”سبز لہو“ والا ہے۔!“

”اور تم نے دیکھا کہ وہ تمہارے امتحان پر پورا اترا ہے۔!“

”یہ کیا بلا ہے آخر....؟“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔!“ بھدی ناک والا بولا۔

◆

رینا پچھلی رات سے پرنس کی منتظر تھی۔ وہ وعدہ کر کے گیا تھا کہ دس گیارہ بجے تک واپس آجائے گا لیکن اب اس وقت دوسری صبح کے آٹھ بجے تھے اور وہ نہیں پلٹا تھا۔

ناشتے کی میز پر بھی وہ تنہا تھی۔ خادم نے بتایا کہ فادر فرڈی ننڈ کو پچھلی رات سے بخار ہو گیا ہے اور وہ آرام کر رہے ہیں۔ ناشتے پر اس کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔!

نو بجے پرنس عبدل کی شکل دکھائی دی۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

”تم کہاں تھے....؟“ رینا نے پوچھا۔

”بس کیا بتاؤں پتہ نہیں کس طرح کھیل بگڑ گیا۔!“

”آخر ہوا کیا....!“

”ڈھمپ کے بنگلے میں پولیس کی زبردست بھیڑ نظر آتی ہے۔!“

”اوہ تو کیا وہ پکڑا گیا....؟“

”یہی تو افسوس ہے.... نکل گیا۔!“

”بات کیا تھی.... کیا تم پولیس کے پاس دوڑے گئے تھے۔!“

”ہرگز نہیں!“

”تو پھر یہ کیسے ہوا....؟“

”میں نے سنا ہے کہ پچھلی رات اس کے بنگلے میں زبردست دھماکہ ہوا تھا.... اور کچھ پڑوسیوں نے ٹامی گن کی فائرنگ بھی سنی تھی۔!“

”اوہو.... تو پھر....!“

”اب پولیس کو پی سی ڈھمپ کی تلاش ہے۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا....!“

”کیوں....؟“

”اب وہ ہمارے ہاتھ نہ آسکے گا۔!“

”ہاں.... یہ تو ہے.... پولیس کے ڈر سے روپوش ہو جائے گا۔ واقعی بہت بُرا ہوا۔!“

”اب کیا ہوگا....!“

”بہترین موقع ہے تم بھی اپنی رپورٹ اُس کے خلاف لکھوا دو....!“

”نہیں.... فادر فرڈی ننڈ کی رائے نہیں ہے۔!“

”شائد وہ بھی وہی سوچتے ہیں جو میرا خیال تھا....!“

”کیا مطلب....؟“

”تمہارے بھائی درپردہ کسی غیر قانونی حرکت کے مرتکب بھی ہوتے رہے تھے۔!“

”نہیں.... یہ ناممکن ہے.... تم یہ مت کہا کرو۔!“

”چلو تمہارے خیال سے اب نہ کہوں گا۔!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔!“

”فادر کہاں ہیں۔!“

”ان کی طبیعت خراب ہے۔ ابھی بیڈ روم سے نہیں نکلے۔!“

”بہر حال اب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔! غالباً فی الحال وہ شہر ہی سے غائب ہو جائے۔“

رینا کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اُسے یقین تھا اب اُس کے بھائیوں کا سراغ مل جائے گا۔ لیکن اس نئی خبر نے رہی سہی امید کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب تو اپنے چیف سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی کیونکہ چیف ہی کی ہدایت پر اُس نے اپنا

ٹرانس میٹر کرسٹو پاؤلس کے حوالے کردیا تھا اور ضروری امور پر کرسٹو پاؤلس ہی سے گفتگو کرنے کی ہدایت بھی چیف ہی کی طرف سے ملی تھی۔

پھر ایک دن جب کرسٹو پاؤلس سے ملنے اس کی رہائش گاہ پر گئی تو ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے باہر گیا ہے۔

وہیں پادری فرڈی ننڈ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ کرسٹو پاؤلس سے ملنے آیا تھا۔

پھر پادری ہی نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ ڈکسن فیملی سے تعلق رکھتی ہے اس پر رینا کو حیرت ہوئی تھی۔ لیکن پادری نے بتایا کہ وہ جرمی ڈکسن اور جیری ڈکسن سے واقف ہے اور رینا ان سے بڑی مشابہت رکھتی ہے پھر پادری کی نرم زبانی نے اس کو اس پر مجبور کردیا تھا کہ وہ اسے بھی اپنے بھائیوں کی گمشدگی سے آگاہ کردے۔ پادری نے تشویش کا اظہار کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر معاملے میں اُس پر تکیہ کرسکتی ہے۔ جرمی اور جیری بہت اچھے لڑکے ہیں وہ اُن کے لئے سب کچھ کرسکے گا۔ پرنس بھی اس کے لئے ایک طرح کی ڈھارس ہی تھا۔ اس کی ذات سے کم از کم تنہائی کا احساس تو رفع ہی ہوگیا تھا۔ اُس نے پر امید نظروں سے پرنس کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو....!" اُس نے اُسے مخاطب کیا۔

پرنس چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں قدموں کی آہٹ ہوئی رینا مڑی۔ پادری کمرے میں داخل ہورہا تھا۔ وہ دونوں تعظیماً اٹھ گئے۔!

"بیٹھو بیٹھو.... میرے بچو....!" وہ نقاہت بھری آواز میں بولا۔

"کیسی طبیعت ہے فادر.... ابھی خادم نے بتایا تھا۔!"

"اب اس وقت تو ٹمپریچر.... نہیں ہے۔!" وہ بیٹھتا ہوا بولا اور پھر خاموش ہو کر ہانپنے لگا۔

وہ دونوں پُر تشویش نظروں سے اُسے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد بولا۔

"شام ہی سے میری طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اسلئے اس بلیک میلر کے سلسلے میں کچھ نہ کرسکا۔!"

"آپ کرتے بھی کیا.... فادر....!" پرنس نے پوچھا۔

"یہاں کے کئی بڑے آفیسروں سے میرے مراسم ہیں۔ میں اپنے طور پر اُن سے مدد لیتا۔ سی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔!"

"لیکن اب تو وہ کسی کے بھی ہاتھ نہ لگ سکے گا۔"

"کیا مطلب....؟" پادری چونک کر بولا۔

پرنس نے وہی واقعہ دہرایا جو کچھ دیر پہلے رینا کو بتایا تھا۔

"یہ تو واقعی بُرا ہوا!" پادری بولا۔ "بہت بُرا.... پتہ نہیں دونوں بچے کس حال میں ہوں۔!"

اس کی آواز گلو گیر ہوگئی اور رینا کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہوگیا تھا۔ رینا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں کیونکہ پادری کی آواز میں اس نے مایوسی کی جھلک محسوس کی تھی۔ اس سلسلے میں وہ حقیقتاً اُسے ہی آخری سہارا تصور کرتی تھی۔ پرنس کو تو اپنے معاملات کی فکر زیادہ تھی اور وہ پادری کے مقابلے میں مخلص بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ پادری تو اس کا ہم وطن اور ہم قوم تھا۔

"تو پھر اب کیا ہوگا.... فادر....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے میری بچی۔!"

"ہاں ہاں.... اور کیا میں ایڑی چوٹی کا زور لگادوں گا۔!" پرنس بھی بولا۔

"رینا بہت پریشان ہے....!" پادری نے کہا۔ "تم اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے جاؤ.... میں تنہائی میں کوئی تدبیر سوچوں گا۔!"

"لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے فادر....! میں آپ کی دیکھ بھال کروں گی۔!"

"میری دیکھ بھال کے لئے وہی کافی ہے۔!" پادری چھت کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "میں اپنے لئے صرف اسی کی مدد کا منہ دیکھتا ہوں۔!"

"چلو اٹھو....!" پرنس نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "فادر کا خیال درست ہے تمہیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے اور پھر یہ سارے مصائب آدمی ہی کے لئے ہیں۔!"

پادری کی پُر تقدس مسکراہٹ پرنس کے خیال کی تائید کر رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

پرنس کے اصرار پر رینا بھی اٹھی تھی اور اس کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگی تھی۔

باہر اُسے ایک لمبی سی شاندار گاڑی کھڑی نظر آئی۔

"اوہ.... یہ تمہاری گاڑی ہے۔!" رینا نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں....!" پرنس کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

"مجھے علم ہے کہ یہاں کے بہت زیادہ دولت مند لوگوں میں تمہارا شمار ہوتا ہے۔ مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے۔!"

"اور مجھے اس پر فخر ہے کہ تم بہت خوش مزاج لڑکی ہو۔!"

رینا صرف مسکرائی تھی۔ کچھ بولی نہیں تھی۔ لمبی سی بے آواز گاڑی چکنی سڑک پر تیرتی چلی گئی۔

"ہم کہاں چل رہے ہیں۔!" رینا نے پوچھا۔

"کسی اچھی سی تفریح گاہ میں وقت گذاریں گے۔!"

"تم سچ مچ بہت اچھے ہو۔!" رینا ہنس کر بولی۔ "اچھا یہ بتاؤ روشی سے چھٹکارا پالینے کے بعد تم کیا کرو گے۔!"

"خود کو بالکل ہی احمق محسوس کروں گا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"کسی عورت کو پالینے کی تمنا حماقت ہے اور پا کر چھوڑ دینا اُس سے بھی بڑی حماقت۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"پالینے کے بعد کان اس کی ٹائیں ٹائیں کے عادی ہو جاتے ہیں اور چھوڑ دینے پر کانوں میں سناٹا سیٹیاں سی بجانے لگتا ہے اور آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔!"

"عورتیں باتونی ہوتی ہیں تم یہی کہنا چاہتے ہو نا۔!" رینا نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"اتنے میں پرنس چونک کر بولا۔ "عقب نما آئینے میں دیکھو....!"

"کیا دیکھوں۔!"

"وہ نیلے رنگ کی گاڑی.... شروع ہی سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!"

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔!"

"میں نے شروع ہی سے اس کا خیال رکھا تھا۔ ڈھمپ خطرناک آدمی ہے۔!"

"اوہ تو کیا وہ اس کی جرأت کر سکے گا جب کہ پولیس بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!"

"وہ ایک بے جگر آدمی ہے۔!"

"کیا تم اس سے خائف ہو۔!"

"ہرگز نہیں....! لیکن ہمیں بہر حال محتاط رہنا چاہئے۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ ساحلی تفریح گاہ کی حدود میں داخل ہوئے۔ نیلے رنگ کی کار اب بھی عقب نما آئینے میں نظر آ رہی تھی۔

لیکن اپنی گاڑی پارک کر دینے کے بعد ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اس نیلی کار سے فادر فرڈی ننڈ کو اترتے دیکھا۔ وہ انہیں کی طرف آ رہا تھا۔

"تمہیں حیرت ہو گی میرے بچو....!" وہ قریب آ کر بولا۔

دونوں کچھ نہ بولے.... پادری نے کہا۔ "دراصل ایک نیا خیال میرے ذہن میں ابھرا تھا اور میں تم لوگوں کے پیچھے چل پڑا تھا۔ پرنس عبدل تم سے ایک اہم معاملے پر گفتگو کرنی ہے۔!"

"ضرور فادر.... میں ہر طرح حاضر ہوں.... میرے لائق جو بھی خدمت ہو۔!"

"آسمانی باپ تم پر برکتیں نازل کرے۔!"

"آمین....!" پرنس نے مؤدبانہ کہا۔

وہ تینوں سی سائیڈ ہیون میں جا بیٹھے۔! پرنس نے ویٹر کو بلا کر مشروبات کا آرڈر دیا اور پادری کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

پادری تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس لیکر بولا۔ "رینا مجھے تمہارے حالات سے آگاہ کر چکی ہے۔!"

پرنس نے رینا کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

"پچھلی رات تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!" پادری نے اچانک سوال کیا۔

"بے حد ضروری کام تھا فادر.... مجھے اپنے بینکرس سے معلوم کرنا تھا کہ روشی نے میری عدم موجودگی میں کوئی بھاری رقم تو نہیں نکلوائی۔ اس چھان بین کے دوران میں خاصی رات گذر گئی تھی اس لئے میں نے تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔!"

"کیا یہاں بینک رات کو بھی کاروبار کرتے ہیں۔!"

"نہیں....! لیکن اپنے خصوصی تعلقات کی بناء پر میں جس وقت چاہوں اس قسم کے کام بھی انجام دے سکتا ہوں۔ میں نے رات بھی ایک بینک کے جنرل منیجر کے یہاں بسر کی تھی۔!"

"یہ برسبیل گفتگو تھی....!" پادری مسکرا کر بولا۔ "ورنہ مجھے ان باتوں سے کیا سروکار۔!"

"آپ جو کچھ بھی فرمائیں.... سر آنکھوں پر....!" پرنس خوش اخلاقی کے مظاہرے کے طور پر مسکرایا۔

”تمہارا خیال ہے کہ تمہاری بیوی بھی حقیقتاً اسی بلیک میلر کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔!“

”حالات نے مجھے ایسا سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے فادر.....!“ پرنس نے مغموم لہجے میں کہا۔

”خیر خیر..... شیطان کے شر سے کوئی بھی محفوظ نہیں! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے گروہ میں کسی امتیازی حیثیت کی حامل ہو گی۔!“

”یہ بھی ممکن ہے فادر.....!“

”تب پھر وہ اس کی مختلف کمین گاہوں سے ضرور واقف ہو گی۔!“

پرنس اچھل پڑا اور تھوڑی دیر تک حیرت سے پادری کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

”عین ممکن ہے فادر..... اوہو..... مجھے تو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔!“

”اگر کسی طرح اُس سے اُسکے مختلف ٹھکانوں کے پتے معلوم کئے جا سکیں تو تلاش میں آسانی ہو گی۔!“

”بہت معقول تجویز ہے فادر.....!“

”تو پھر تم اس سے کس طرح معلوم کرو گے۔!“

”واقعی یہ مشکل کام ہے۔!“

”کیوں مشکل کیوں ہے۔!“ ریتا بولی۔

”میں نے آج تک اس پر ظاہر نہیں کیا کہ اس کی طرف سے مشکوک ہوں۔!“

”اگر اس پر ظاہر ہو گیا تو..... کیا ہو گا۔!“

”مم..... میں..... کک..... کچھ..... نہیں کہہ سکتا۔!“

”تم حقیقتاً بزدل اور ڈرپوک ہو.....!“ دفعتاً ریتا آنکھیں نکال کر بولی۔

”نہیں..... نہیں..... ایسی گفتگو نہیں۔!“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔

ریتا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا اور غصیلی نظروں سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

”تم میری..... بب..... بات بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو..... میں آخر کس طرح اس کے منہ پر ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں۔!“

”مجھے کہنے دو کہ تم اُس کے غلام بن کر رہ گئے ہو۔!“ ریتا پھر چڑھ دوڑی۔ ”دوسروں کے سامنے اُس کے لئے غصے اور نفرت کا اظہار کرتے رہو گے۔ لیکن اُس کے آگے بھیگی بلی بن جاؤ گے۔ حقیقتاً تمہیں اُس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اگر تمہاری کھال بھی اتار دے گی تو تمہیں شکوہ

نہ ہو گا۔ کیا میں نے دیکھا نہیں تھا اس رات کو۔!“

”ریتا پلیز!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور رحم طلب نظروں سے ریتا کی طرف دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہنا چاہتا ہو خدا کے لئے پادری کو یہ نہ بتانا کہ روشی اس رات مجھے مارنے کے لئے دوڑا رہی تھی۔!

ریتا کے ہونٹوں پر بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بھئی میں منع کر رہا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو نہ کرو۔!“ پادری نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

”میں معافی چاہتا ہوں فادر.....!“

”خیر ختم کرو..... لیکن اب روشی ہی واحد ذریعہ ہے اس تک پہنچنے کا۔!“

”تو پھر میں کیا کروں فادر.....!“

”تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا..... کیا وہ شام کو ہوا خوری کے لئے نکلتی ہے۔!“

”ہاں فادر... پابندی سے ٹپ ٹاپ کلب جاتی ہے۔! وہ آج کل رات کو کھانا وہیں کھا رہی ہے۔!“

”اچھی بات ہے تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔!“

”ہاں میں یہی چاہتا ہوں فادر.....!“

”ریتا تو اُسے پہچانتی ہی ہے۔ میں اور ریتا یہ کام کر لیں گے۔!“

”اب میں مطمئن ہوں فادر.....!“ پرنس نے طویل سانس لی۔

◆

روشی کی گاڑی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ باوردی ڈرائیور نے نیچے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ بڑی شان سے نیچے اتری۔!

برآمدے میں کھڑا ہوا بل کیپٹن اس کی پذیرائی کے لئے آگے بڑھا تھا پھر اُس نے اُس کی رہنمائی کلوک روم تک کی۔

یہاں اس کا کوٹ مناسب جگہ پر لٹکایا گیا..... اور پھر وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی۔

ایک ویٹر اُسے اُس کی مخصوص میز تک لے گیا۔

وہ شہزادیوں کی شان سے کرسی پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ ویٹر کو کچھ ہدایات دینے لگی۔ ویٹر بھی ادب سے جھکا ہوا اپنی نوٹ بک پر اس کی ہدایات تحریر کر رہا تھا۔

ویٹر کے چلے جانے کے بعد اس نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی پھر وینٹی بیگ سے آئینہ نکال کر اپنے چہرے پر تنقیدی نظریں ڈالنے لگی۔

اتنے میں دو افراد اُس کی میز کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ ریناڈکس اور پادری فرڈی ننڈ تھے۔!

روشی نے سر اٹھا کر اُن کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر رینا کے چہرے پر جم گئی۔

"اوہو.... خوش آمدید....!" روشی نے اٹھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا یہ محض اتفاق ہے۔!"

"ہم تمہیں تکلیف دے رہے ہیں.... میری بچی....!" پادری بولا۔

"اوہ.... فادر....!" روشی اس طرح چونکی جیسے پادری پر پہلی بار نظر پڑی ہو۔! پھر جلدی سے بولی۔ "بیٹھئے.... بیٹھئے.... اور میری میزبانی قبول فرمایئے۔!"

"نہیں شکریہ....! ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ لیکن میں کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھنے کی دعوت ضرور قبول کروں گا۔!"

"میری خوش قسمتی ہے۔!" روشی مسکرا کر بولی۔ پھر گھور کر رینا کی طرف دیکھا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ....!" پادری نے رینا سے کہا اور وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے بیٹھ گئی۔

"میں کیا خدمت کر سکتی ہوں.... فادر....!" روشی بولی۔

پادری نے انگلیوں سے کراس بنا کر اُسے دعائیں دیں۔!

"کوئی مشروب ہی فادر....!" روشی نے کہا۔

"اچھا کافی پی لوں گا.... میری بچی۔!"

"تم کیا پیو گی....!" روشی نے رینا سے پوچھا۔

"مجھے خواہش نہیں ہے۔!"

"تم میرے لئے عجیب سے جذبات کا اظہار کر رہی ہو.... کیا یہ سمجھ لوں کہ تم اس احمق کی امیدوار ہو۔!"

"فضول باتیں نہ کرو۔!" رینا جھنجلا کر بولی۔ "وہ فادر سے رویا دھویا تھا۔ فادر سمجھوتہ کرانا چاہتے ہیں۔!"

"سمجھوتہ....؟ کیسا سمجھوتہ....! اس نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔!"

"تمہیں کیا شکایت ہے.... میری بچی۔!"

"اچھا تو سنئے.... اگر اس نے میری شکائتیں آپ تک پہنچائیں تو....!"

وہ جملہ پورا کئے بغیر یک بیک خاموش ہو گئی۔!

"کہو.... کہو....!"

"نہیں.... میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔!"

"ابھی تو تم نے....!"

"جو کچھ بھی کہوں گی اس کی موجودگی میں کہوں گی۔!"

"اُوہ... تو یہ کون سی بڑی بات ہے... یہ تو ابھی ہو سکتا ہے وہ میری قیام گاہ پر موجود ہے۔!"

"لیکن آخر سمجھوتہ کس بات کا....! میں اب اُس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔!"

"وہ تو ایسا نہیں چاہتا۔!"

"پھر میری بات کیوں نہیں مانتا.... مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتا۔ کوئی عورت کسی ایسے مرد کو برداشت نہیں کر سکتی جو اُس پر اعتماد نہ کرتا ہو۔!"

"لیکن اُس کی باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی لگام تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔!" رینا بول پڑی۔

"صبر صبر میری بچی.... تم فی الحال خاموش رہو۔!" پادری نے نرم لہجے میں کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں ابھی چلوں گی.... اسی وقت!" روشی غصیلے انداز میں اٹھتی ہوئی بولی۔

وہ بھی اٹھ گئے.... روشی نے ہیڈ ویٹر کو بلا کر اپنا آرڈر کچھ دیر کے لئے ملتوی کرا دیا۔

باہر نکل کر روشی نے انہیں اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی جو منظور کر لی گئی۔ پادری نے بتایا کہ وہ ٹیکسی میں آئے تھے۔

وہ بہت کشادہ گاڑی تھی.... تینوں پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گئے تھے۔

پادری نے ڈرائیور کو ہدایات دیں اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔

پندرہ منٹ بعد وہ شہر کے بہت زیادہ مال دار لوگوں کی بستی میں جا پہنچے۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں۔

پائیں باغ سنسان پڑا تھا۔ برآمدے کی روشنی محدود تھی۔ وہ نیچے اُترے... پادری آگے چل رہا تھا۔ وہ انہیں ایک وسیع ڈرائنگ روم میں لایا۔

“تم دونوں یہیں بیٹھو.... میں عبدل کو دیکھتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ وہ لائبریری میں ہوگا۔” پادری نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

روشی رینا کی طرف مڑی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ کچھ بولی نہیں.... رینا کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد روشی نے پوچھا۔ “کیا عبدل تمہیں پسند ہے۔!”

“اس سوال کا مطلب....؟” رینا غرائی۔

“وہ آج تک مجھ جیسی عورت کے قابو میں نہیں آسکا۔!”

“میں فضول باتیں نہین سننا چاہتی.... یہ فادر فرڈیننڈ کا معاملہ ہے وہی جانیں.... عبدل کو ایک اپاہج کی حیثیت سے میرے پاس چھوڑ گئی تھیں۔!”

“لیکن تم نے اُسے توانا کردیا۔!” روشی ہنس پڑی۔

“میرا مضحکہ نہ اڑاؤ.... سمجھیں۔!”

اتنے میں عمارت کے کسی حصے سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آئیں۔

“یہ کیا ہے....؟” وہ دونوں بیک وقت چونک کر بولیں۔

پھر رینا اس دروازے کی طرف جھپٹی جس سے گذر کر پادری اندر گیا تھا.... لیکن وہ دوسری جانب سے بولٹ کیا ہوا ملا۔

“تم کہاں جارہی ہو۔!” روشی اسکا بازو پکڑتی ہوئی بولی۔ “میں سازش کی بو سونگھ رہی ہوں۔!”

“سازش.... کیسی سازش....!” رینا پھر کرسیوں کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن اس کے لہجے میں تمسخر تھا۔

دفعتاً وہی دروازہ کھلا جسے رینا کھولنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ لیکن یہ پادری تو نہیں تھا۔ ان کے سامنے ایک سیاہ پوش کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پر منڈھے ہوئے غلاف سے دو خون خوار آنکھیں انہیں گھورے جارہی تھیں۔

“تت.... تم.... کون ہو....!” رینا ہکلائی۔

“تمہارا چیف.... تم خاموشی سے ایک طرف بیٹھو....!”

“اوہو.... چیف.... اُوہ.... فادر کہاں ہیں۔!”

“میں نے کہا تھا.... خاموش بیٹھو....!”

رینا سہم کر ایک طرف جا بیٹھی۔

اس نے روشی کی طرف دیکھا لیکن وہ ذرہ برابر بھی متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ اس کے دیکھنے کا انداز تو کچھ ایسا تھا جیسے سرکس کا کوئی مسخرہ اچانک تماش بینوں کے قریب آکھڑا ہوا ہو۔

“اب کرتب دکھاؤ اپنے....!” دفعتاً روشی ہنس کر بولی۔ “فادر فرڈی ننڈ بہت زندہ دل آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!”

“ابھی معلوم ہوجائے گا زندہ دلی کا حال!” سیاہ پوش غرایا۔ “مجھے پی سی ڈھمپ کا پتہ چاہئے۔!”

“کیا یہ تمہارے سرکس کے کسی جانور کا نام ہے....؟” روشی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

“رینا اسے گھسیٹ کر اُسی کرسی سے باندھ دو۔ جس کے بازو سے تسمے لپٹے ہوئے ہیں۔!”

“تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!” دفعتاً روشی بپھر گئی۔ “اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا تو اُسے پچھتانا پڑیگا۔”

“کیا بکواس کررہی ہو تم....!” رینا اٹھ کر روشی کی طرف جھپٹی لیکن قریب پہنچی ہی تھی کہ روشی نے اس کی بائیں کنپٹی پر تھپکی دے کر چپڑاس ماری ہے تو وہ دھڑام سے فرش پر جارہی۔ ساتھ ہی اس کی کراہ بھی کمرے میں گونجی تھی۔

ٹھیک اسی وقت صدر دروازے کی طرف “ارے ارے۔!” کی ہانک سنائی دی۔

تینوں ہی متوجہ ہوگئے۔ پی سی ڈھمپ ان کی طرف رخ کئے ہوئے بائیں ہاتھ سے دروازہ بولٹ کررہا تھا.... اس کے داہنے ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈنڈا دکھائی دیا۔

رینا بوکھلا کر اٹھ گئی۔

“تم روشی سے میرا پتہ پوچھ رہے تھے۔!” اس نے نقاب پوش کو مخاطب کیا۔ “میں خود ہی حاضر ہوگیا۔ عورتوں کی آپس میں لڑائی بھڑائی مجھے قطعی پسند نہیں۔ انہیں تو صرف گنگناتے رہنا چاہئے۔!”

“اس وقت تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے۔!” نقاب پوش غرایا۔

“مجھے علم ہے کہ تم پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔ اس لئے اس وقت ڈنڈا ساتھ لایا ہوں۔!” ڈھمپ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ “عورتو! تم سامنے والی دیوار سے لگ کر کھڑی ہوجاؤ.... ورنہ ہوسکتا ہے کہ میرے ڈنڈے کو پچھتانا پڑے۔!”

روشی رینا کا ہاتھ پکڑ کر دیوار کی طرف گھسیٹ لے گئی۔

رینا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔ ایک سحر زدہ کی طرح روشی کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

ادھر نقاب پوش نے ریوالور نکال کر ڈھمپ پر ایک فائر جھونک مارا۔

لیکن ڈھمپ صرف چار فٹ کے فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ رینا حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی۔

ایسی پھرتی اُس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ فائر ہوتے ہی وہ بجلی کی طرح تڑپا تھا.... اور اب بھی پہلے ہی کی طرح اپنی گھنی مونچھوں کی اوٹ میں مسکرائے جا رہا تھا۔

پھر تو سیاہ پوش.... ریوالور سے تابڑ توڑ فائر کرتا ہوا چلا گیا تھا اور ڈھمپ کے پاؤں زمین سے لگتے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اڑ رہا ہو۔!

ریوالور خالی ہو گیا.... ڈھمپ کے پیر زمین سے لگے.... سیاہ پوش نے جھلاہٹ میں خالی ریوالور اُس پر کھینچ مارا.... لیکن وہ ڈھمپ کے ڈنڈے سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

"اب تم میرے ڈنڈے کے کرتب دیکھو.... اے ون....!" ڈھمپ نے کہا اور آگے بڑھ کر ڈنڈا اُس کے بائیں پہلو پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر پاگلوں کی طرح ڈھمپ پر ٹوٹ پڑا....

ڈھمپ نے پیترہ بدل کر پھر ڈنڈا گھمایا.... اس بار ڈنڈا اُس کے شانے پر بیٹھا تھا۔

"شائد میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔!" دفعتاً ڈھمپ ہاتھ روک کر بولا۔

"جب تک تمہارا یہ خول نہیں اترے گا تم چوٹ نہیں کھاؤ گے۔!"

اس نے ڈنڈا ایک طرف ڈال کر سیاہ پوش پر چھلانگ لگائی۔ دونوں گتھ کر رہ گئے۔

رینا بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ فائروں کا حشر وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ اس نے سوچا اگر چیف کو شکست ہو گئی تو کیا ہو گا.... اس کے بھائی۔!

پھر ہر قسم کے خدشات اُس کے ذہن سے محو ہو گئے اور وہ ڈنڈا اٹھانے کے لئے جھپٹی لیکن اُسے منہ کے بل فرش پر گر جانا پڑا کیونکہ روشی نے اپنی ٹانگ اُس کی ٹانگوں میں پھنسا دی تھی۔

رینا چیخ چیخ کر اُسے بُرا بھلا کہنے لگی۔

دفعتاً ڈھمپ گرج کر بولا۔ "روشی لڑکی کی حفاظت کرو.. اگر اُسے چوٹ آئی تو اچھا نہ ہو گا۔!"

دفعتاً رینا چیخنے لگی.... "عبدل.... عبدل.... تم کہاں ہو....؟"

لیکن عبدل کی آواز کہیں سے نہ آئی۔!

ادھر دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔ ابھی تک کوئی کسی کو نیچا نہیں دکھا سکا تھا۔

رینا پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بے بسی سے اُن دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ اُسے اندازہ ہو گیا کہ وہ قوت میں روشی سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا خاموش رہنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اس نے محسوس کیا کہ ڈھمپ اس کے چیف کے جسم پر منڈھے ہوئے لباس کو اتار پھینکنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔!

پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اُس نے اپنے چیف کو کراہتے ہوئے چاروں شانے چت گرتے دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ وہ دوبارہ اٹھ بیٹھنے کی کوششوں میں بے بسی سے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

"یہی میں نہیں چاہتا تھا مسٹر اے ون....!" ڈھمپ نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "اس داؤ سے ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوتی ہے۔ اب تم خود سے نہیں اٹھ سکو گے۔!"

"عبدل.... عبدل....!" رینا پھر چیخی۔

"عبدل کو بھی بلا دیا جائے گا.. پہلے اپنے چیف سے ملو....!" روشی اُس کا شانہ تھپک کر بولی۔

ڈھمپ اس کا لباس اتارنے کی کوشش کر رہا تھا.... اور نقاب پوش کے حلق سے عجیب سی بے ہنگم آوازیں نکل رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد صرف چہرے کا خول باقی رہ گیا.... وہ چت پڑا کراہے جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں ضبط کرنے کی قوت ہی نہ رہ گئی ہو۔!

ڈھمپ رینا کی طرف مڑ کر بولا۔ "اب اپنے چیف کا چہرہ دیکھو....!" پھر اس نے چہرے کا خول بھی اتار پھینکا۔

"فادر.... فرڈی ننڈ....!" رینا کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"ہاں.... فادر نے بہت جلدی میں یہ خول اپنے جسم پر چڑھایا تھا ورنہ یہ ڈاڑھی اس وقت بر آمد نہ ہوتی۔!"

پادری نے آنکھیں سختی سے میچ لیں اور ڈھمپ جھک کر اس کی گردن میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ دفعتاً

جھڑاٹے کی آواز آئی اور ڈاڑھی سمیت ایک خول اور اس کے چہرے پر سے اتر گیا۔

"کرسٹوپاؤلس....!" رینا پھر چیخی۔

"تمہارے چیف کے تین روپ....!" ڈھمپ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

رینا کچھ نہ بولی.... اس کا سر بُری طرح چکرا یا تھا۔

کرسٹوپاؤلس اسی طرح ہاتھ پیر پٹختے پٹختے دفعتاً بے حس و حرکت ہو گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ عبدل یہاں موجود ہے۔!" ڈھمپ نے رینا سے پوچھا۔

"ہاں....! فادر نے مجھ سے یہی کہا تھا۔!"

"بکواس کی تھی.... وہ اسے یہاں سرے سے لایا ہی نہیں تھا۔! تمہیں وہاں سے سیدھا کلب لے گیا تھا۔!"

"میں کچھ نہیں چاہتی.... مجھے میرے بھائی واپس دے دو۔!" رینا کسی ننھی سی بچی کی طرح بلبلا اٹھی۔

"عبدل سے نہیں ملو گی۔!"

"میں اس سے ملنا چاہتی ہوں.... لیکن وہ چیخ کس کی تھی....؟"

"وہ چیخ بھی اُسی کی تھی۔ تمہیں باور کرانا چاہتا تھا کہ اس نے فادر کو بے بس کر کے سچویشن اپنے کنٹرول میں کرلی ہے۔ وہ چیف اور فادر کی شخصیتیں بالکل الگ الگ رکھنا چاہتا تھا۔ تم پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ فادر کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو ازراہِ خداترسی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔"

"میرے بھائی.... میں کیا کروں....؟"

"کیا تم اور تمہارے بھائی یہاں ایک غیر قانونی حرکت کے مرتکب نہیں ہو رہے تھے۔!"

رینا کچھ نہ بولی۔

"تمہارے بھائی محفوظ ہیں۔!" ڈھمپ کچھ دیر بعد بولا۔

"کیا یہ مر گیا....؟" روشی نے کرسٹوپاؤلس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بے ہوش ہے....! ہوش میں آنے کے بعد شاید صحیح الدماغ نہ رہ جائے۔ ریڑھ کی ہڈی کے جرک سے اس کا میڈ بولا بھی متاثر ہوا ہے۔!"

"تم نے ایسا داؤ ہی کیوں آزمایا کہ بیکار ہو جائے۔!"

"مجبوری تھی.... کسی طرح قابو ہی میں نہیں آرہا تھا۔ ایسے طاقتور لوگ کم ہی نظر سے گذرے ہیں۔!"

"میں تو ایک غیر قانونی حرکت کی مرتکب ہوتی رہی ہوں۔!" دفعتاً رینا غصیلی آواز میں بولی۔

"لیکن تم کون سا بڑا نیک کام انجام دیتے رہے ہو.... گندے بلیک میلر....!"

روشی ہنس پڑی.... اور ڈھمپ اُسے گھورنے لگا۔

"آنکھیں نہ دکھاؤ مجھے.... یہ لڑکی مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔!" روشی نے کہا۔

"عبدل کہاں ہے.... مجھے اس سے ملا دو....!" رینا نے مضمحل سی آواز میں کہا۔ وہ سوچ رہی تھی الجھنا بیکار ہے ہو سکتا ہے اس کی عاجزی اس بلیک میلر کو موم کر سکے اور وہ اس کے بھائیوں کو کسی قسم کا گزند پہنچائے بغیر چھوڑ دے۔

"تم اس سے مل کر اب کیا کرو گی۔!"

"فی الحال اس کے علاوہ یہاں اور کوئی میرا ہمدرد نہیں۔ ہو سکتا وہ میرے لئے بھی تمہارے مطالبات پورے کر سکے۔!"

"اے خاموش رہو.... وہ میرا شوہر ہے۔!" روشی ہنس کر بولی۔

"خدا مجھے غارت کرے.... میں یہ کیا کر بیٹھا ہوں۔!" ڈھمپ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا اور رینا اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

روشی ہنستی رہی.... اور ڈھمپ نے رینا سے کہا۔ "تم روشی کے ساتھ محل جاؤ.... عبدل تمہیں وہیں ملے گا۔!"

"کیا اب میرے لئے کوئی اور جال بن رہے ہو۔!"

"نہیں! عبدل سے منہ مانگی قیمت وصول کر کے تمہارے بھائیوں کو رہا کر دوں گا اور کوشش کروں گا کہ تم تینوں صحیح سلامت یہاں سے چلے جاؤ.... کیونکہ تم ایک نیک دل لڑکی ہو۔!"

رینا کچھ نہ بولی۔ روشی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے باہر نکلی تھی اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ اس نے رینا سے کہا۔ "مجھے شدت سے بھوک لگ رہی ہے لہٰذا پہلے ہم کلب ہی چلیں گے۔!"

رینا خاموش رہی.... اس کی دلگرفتگی بڑھتی جا رہی تھی۔ کلب میں روشی نے کچھ کھایا اور اسے زبردستی کافی پلائی۔

پھر وہ اسے محل نما عمارت میں لائی تھی۔ یہاں عبدل موجود تھا اور اُس کے دونوں بھائی بھی تھے۔ ریتا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

”مم.... میں تمہاری.... شکر گذار ہوں عبدل....“ دفعتًا وہ رو پڑی۔ ”زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی۔!“

”محبت نہ کرنے لگنا....!“ روشی ہنس کر بولی۔

”بکواس بند کرو!“ عبدل نے غصیلے لہجے میں کہا اور روشی اُسے گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

اب وہ چاروں خاموش تھے۔

”کیا وہ اسی طرح آزاد رہے گا۔!“ ریتا نے عبدل سے پوچھا۔

”پولیس بھی تو ہے اُس کے پیچھے۔! زیادہ دنوں تک آزاد نہیں رہ سکے گا.... تمہارا معاملہ نہ ہوتا تو میں اُسے پولیس کے حوالے کر دیتا۔ اب تم لوگ کچھ دنوں تک یہیں مقیم رہو گے اور میں دیکھوں گا کہ تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔!“

* * *

دوسری صبح روشی عبدل سے پوچھ رہی تھی۔

”آخر تم اس پر ظاہر کیوں نہیں کر دیتے کہ عبدل اور ڈھمپ دونوں ایک ہی ہستی کے دو روپ ہیں۔!“

”نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا.... وہ ایک اچھی لڑکی ہے اپنی دانست میں اپنے ملک کی خدمت انجام دے رہی تھی اور پھر میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے اگر میں اس پر یہ ظاہر کر دوں تو اُسے گہرا صدمہ پہنچے گا۔!“

”اُس کے چیف کے تین روپ تھے لیکن تمہارے چار ہیں۔ ڈھمپ، عبدل، عمران، ایکس ٹو ویسے تم حقیقتًا صرف ڈھمپ ہو.... کوئی میرے دل سے پوچھے.... بالکل ڈھمپ۔!“

”سنا ہے، جولیانا فٹنر واٹر نے صدیقی سے شادی کر لی۔!“ عمران بولا۔

”سب اسی طرح شادیاں کر لیں گے اور تم ڈھمپ کے ڈھمپ ہی رہو گے۔“

”میں ڈھمپ ہی بھلا....!“ عمران کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”اب یہ عبدل کا خول چہرے سے اتارو.... کب سے تمہاری مسمی صورت دیکھنے کو ترس رہی ہوں۔!“

پھر عمران محل سے نکل کر اپنے فلیٹ میں پہنچا تھا.... اور اندر داخل ہونے سے پہلے عبدل المنان کا میک اپ ختم کر دیا تھا۔!

دستک دیتے ہی دروازہ کھلا اور جوزف نے کھوپڑی باہر نکال کر پلکیں جھپکائیں اور پھر مڑ کر اندر دیکھا۔

اب جو عمران کی طرف مڑا تو اس کا منہ پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ دھڑام سے الٹ گیا۔ عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ظفر جو اسی میک اپ میں تھا بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”گھبراؤ نہیں....!“ عمران بولا۔ ”یہ مجھے بھوت سمجھ کر بیہوش ہو گیا ہے۔! پچھلی رات اس نے کوئی ڈراؤنا خواب بھی دیکھا ہو گا۔!“

دوسری طرف سے سلیمان کی چیخ سنائی دی۔ ”ارے باپ رے.... کبھی خود کشی کرتے ہیں اور کبھی دو ہو جاتے ہیں۔!“

”کیوں غل غپاڑا مچا رہا ہے۔!“ عمران نے اُسے ڈانٹا۔

”میں تو چلا جناب....! دو کے تاؤ سنبھالنا میرے بس سے باہر ہو گا۔!“

”ابے تو میں کب بولتا ہوں۔!“ ظفر نے عمران ہی کے انداز میں کہا۔ ”میرا تو گلا بیٹھا ہوا تھا۔!“

”یہی تو میں کہوں کہ مرغ کیوں اڑ رہے ہیں روزانہ....!“ سلیمان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ظفر کو دیکھتا ہوا بولا۔

* * *

”آپکو میری تلاش کس لئے تھی...؟“ عمران نے بڑے ادب سے رحمان صاحب سے پوچھا۔

”محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ محکمہ خارجہ نے ظفر الملک اور اُس کے ملازم کے جیل سے فرار ہو جانے میں کیوں مدد دی تھی۔!“

”خاندان سے خارج کر دیئے جانے والے کو شائد محکمہ خارجہ کا سربراہ کہتے ہیں۔!“ عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا اور رحمان صاحب ایک دم بھڑک اٹھے۔

”بیہودگی ختم کرو.... تم کہاں غائب تھے۔!“

"آپ کے لئے بھی کچھ کام کرتا رہا تھا۔ آپ آج کل بہت پریشان ہیں آپ کے محکمے کے راز آپ کے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر آپ میرے ساتھ چل سکیں تو یہ تماشہ بھی دکھادوں۔۔۔۔! آپ کو بھی اس پر تشویش تھی کہ محکمہ خارجہ گڑے مردے کیوں اکھاڑ رہا ہے۔!"

"تم مجھے کیا دکھاؤ گے۔۔۔۔ کہاں چلنا ہے۔!"

"آپ کے محکمے کے ایک ڈائریکٹر صاحب کے ہوٹل تک۔!"

"میرے محکمے کے کسی ڈائریکٹر کا کوئی ہوٹل نہیں ہے۔!"

"بیگم صاحبہ کے ہوٹل پر ان کا بھی حق ہے۔!" عمران کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کیا وہ وہاں موجود ہوگا۔!"

"میں ایک کیبن وہاں ریزرو کرا چکا ہوں اگر موجود بھی ہوا تو پکڑے جانے سے پہلے آپ کو نہ دیکھ سکے گا۔!"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑگئے۔ پھر وہ اس کے ساتھ جانے پر تیار ہوگئے تھے۔ حالات ہی ایسے تھے کہ وہ اس پر مجبور تھے۔ ورنہ یوں کھڑے گھاٹ عمران کے ساتھ کہیں چلے جانا ان کے شایانِ شان نہ تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُن کے محکمے کے کئی راز باہر چلے گئے تھے اور وہ اس سلسلے میں بے حد پریشان تھے۔!

کیفے چارمنگ کے ایک کیبن میں دونوں داخل ہوئے اور عمران نے پردہ کھینچتے ہوئے گھڑی پر نظر ڈالی اور رحمان صاحب کے مقابل بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک طرف سے پردہ ہٹا کر رحمان صاحب کو ہال میں دیکھنے کا اشارہ کیا۔

"اوہو۔۔۔۔ ابو سلیمان۔۔۔۔!" وہ آہستہ سے بڑبڑائے۔

آنے والا کاؤنٹر کی طرف گیا تھا اور کاؤنٹر کلرک نے اٹھ کر اُسے تعظیم دی تھی۔ پھر ایک آدمی اور کاؤنٹر کے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کے بغل میں ایک بڑا سا پیکٹ دبا ہوا تھا۔ ابو سلیمان نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے لیا۔

"اٹھیے۔۔۔!" عمران نے رحمان صاحب سے کہا اور وہ دونوں کیبن سے نکل آئے۔ ابو سلیمان

کا رخ بھی اسی طرف تھا۔ رحمان صاحب پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا گیا۔ پیکٹ کاؤنٹر پر رکھ کر ان کی پذیرائی کے لئے آگے بڑھا۔ رحمان صاحب خاموش کھڑے اُسے گھورتے رہے پھر خشک لہجے میں بولے۔ "اس پیکٹ میں کیا ہے۔!"

"اوہ۔۔۔ جی۔۔۔ تصویر۔۔۔ ہے جناب! مونالیزا کی نقل تیار کرائی ہے ایک آرٹسٹ سے۔!"

تصویر لانے والا جاچکا تھا۔

"اس تصویر سمیت میرے ساتھ چلو۔۔۔!" رحمان صاحب غرائے۔

"کک۔۔۔۔ کیوں جناب عالی۔۔۔۔؟"

عمران نے جھپٹ کر تصویر کاؤنٹر سے اٹھالی تھی۔ ابو سلیمان کی پیشانی سے پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ حالانکہ آج بھی سردی شدید تھی۔!

آدھے گھنٹے بعد رحمان صاحب کے آفس میں ابو سلیمان کے علاوہ ڈپٹی ڈائریکٹر سعید بھی موجود تھا اور عمران تصویر کا فریم اکھاڑنے میں مشغول تھا فریم کھوکھلا تھا اس کے اندر چاروں طرف شیشے کی نلکیاں تھیں جن میں زرد رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

"یہ ایک نشہ آور سیال ہے اور صرف انہیں لوگوں سے مل سکتا ہے جن سے یہ حاصل کرتے ہیں یہ اس کے اس بُری طرح عادی ہوگئے ہیں کہ اس کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں گذار سکتے۔!" عمران نے کہا اور خاموش ہو کر ان دونوں کو گھورنے لگا۔ ان کے چہرے زرد تھے اور وہ خوف زدہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

"ان لوگوں نے انہیں اس کا عادی بنایا اور پھر اچانک سپلائی منقطع کردی۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "مقصد یہ تھا کہ انہیں یہاں کے راز اُن کے حوالے کردینے پر مجبور کردیا جائے۔ انہیں جب بھی کوئی خاص بات معلوم کرنی ہوتی تھی اس شعبے کے آفیسر کی سپلائی روک دیتے تھے اور پھر ایک مخصوص نشان کے ذریعہ کہیں اپنی موجودگی کا اشارہ کردیتے اور آفیسر صاحب ان کی تلاش میں دوڑے جاتے تھے کیوں سعید صاحب؟ آپ کے لئے کیوپڈ کا نشان الاٹ کیا گیا تھا دو مونہے سانپ کی شکل والی کمان اس کیوپڈ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔۔۔۔ اور اس بار وہ آپ سے یہی تو معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کوٹھی نمبر چھ سو چھیاسٹھ والا کیس دوبارہ کیوں اکھاڑا گیا ہے۔!"

دفعتاً سعید کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔۔۔۔ وہ بیہوش ہوگیا تھا ابو سلیمان کی حالت بھی

غیر تھی۔ عمران نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا "اب تم ہی بتاؤ گے اب تک کون کون سے راز ان تک پہنچائے ہیں۔!"

"مم.... میں....!" ابو سلیمان ہکلایا۔

"شٹ اپ....!" رحمان صاحب گرجے اور گھنٹی بجانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

◆

سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں وہ سب جمع تھے اور عمران دیر سے اس کیس کی اونچ نیچ پر لیکچر دیتا رہا تھا۔ وہ خاموش ہوا تو صفدر بول پڑا۔

"اب کیا حال ہے کرسٹو پاؤلس کا....!"

"اس کی لاش مردہ خانہ میں پڑی ہوئی ہے۔ گھٹنا ذرا زور سے ریڑھ کی ہڈی پر لگ گیا تھا۔!"

"اس کا بیان....؟" تنویر نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

"بھئی کوئی اُن کا گلا دبانا تاکہ یہ اس کا بیان لینے کے لئے روانہ ہو سکیں۔!" عمران نے ایسے مضحکانہ انداز میں کہا کہ سب ہنس پڑے۔

تنویر اٹھ کر چلا گیا۔ عمران اس کے پیچھے ہانک ہی لگاتا رہ گیا تھا۔ "ارے میاں وہ شادی کا ڈھونک تھا۔ صدیقی بیچارہ اس وقت بھی عدیم المثال ہے۔!"

"بکو مت....!" جولیا جھلا کر غرائی۔

دفعتاً عمران سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔ "یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کرسٹو پاؤلس کمیاب قسم کی نشہ آور اشیاء کے ذریعہ اعلیٰ عہدیداروں کو اپنا غلام بناتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اُس کی موجودگی کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ اس کے لئے کام کرنے والے زیادہ تر ایک دوسرے سے واقف نہیں تھے۔ وہ پادری فرڈیننڈ کی حیثیت سے قانونی طور پر ہمارے ملک میں بھی اس کی واپسی کا سرکاری طور پر اندراج ہونا چاہئے۔!"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔!" صفدر اسے گھورتا ہوا بولا۔

"قطعی ممکن ہے۔! رینا اور اس کا ایک بھائی کل ہی یہاں سے روانہ ہوں گے۔! اس کا وہ بھائی پادری فرڈی ننڈ کے میک اپ میں ہوگا اور اسی کے پاسپورٹ پر سفر کرے گا۔ دوسرا بھائی پھر کسی موقع پر نکال دیا جائے گا۔ اس بات پر میں تمہاری آنکھوں میں تمسخر دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ ان لوگوں کو اس پر آمادہ کرلینا بے حد مشکل کام تھا۔ میں نے اسی شرط پر اُن کی گلو خلاصی منظور کی ہے کہ انہیں اس اسکیم پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ وہ اس پر تیار ہیں کرسٹو پاؤلس کے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں چھان بین کی جارہی ہے اُن میں سے جتنے بھی غیر قانونی ذرائع سے ملک میں داخل ہوئے ہیں چپ چاپ موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ دوست کہہ کر ہمیں گلے لگانے والوں کے ساتھ اس کے علاوہ اور کیا برتاؤ کیا جاسکتا ہے۔!"

"اس پر گولی کیوں نہیں اثر کرتی تھی....اور جیمسن نے اُسے اڑتے دیکھا تھا۔!" دفعتاً نعمانی بولا۔ "کیا اُسے جیمسن کا وہم سمجھا جائے۔!"

"وہ سیال سبز مادہ....! تجزیئے کے لئے ڈاکٹر داور کی لیبارٹری میں بھجوایا گیا تھا۔" عمران نے سر کھجا کر کہا۔ "رپورٹ آگئی ہے اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کے بعض اجزاء کے کیمیائی عمل کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی جاسکے۔ بس اتنا سمجھ لو کہ گولی اس سے گذر کر کھال میں نہیں پیوسط ہو سکتی۔ لباس کی اوپری سطح ضرور پھٹ جاتی تھی لیکن جیسے ہی گولی اس سیال مادے سے مس ہوتی تھی فوری طور پر اس کا دباؤ صفر ہو کر رہ جاتا تھا۔ رہ گئی اڑان کی بات تو وہ مشین بھی میرے ہاتھ آگئی ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ کئی ترقی یافتہ ممالک کی ہوائی فوج اسے استعمال کر رہی ہے۔ پیراٹروپرس اُسے بھی جسم سے باندھے رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے دیکھا کہ پیراشوٹ کی ڈوریاں اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں یہ مشین بہت ہی مختصر اڑان کے لئے کار آمد ہوتی ہے۔ بس اتنی ہی کہ وہ جولیا کی کھڑکی سے چھلانگ لگاتے ہی اس مشین کو چلادے اور خود فٹ پاتھ پر گرنے کی بجائے قریبی مکان کی چھت پر پہنچ جائے۔!"

اس کے بعد کسی نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔

یہاں سے اٹھ کر عمران جیمسن کی عیادت کے لئے گیا۔ وہ بستر پر چت پڑا ہوا تھا۔ عمران کو دیکھ کر خالص کلاسیکی انداز میں کراہنے لگا۔ "آہ! چرخ کجرفتار کو میری صحت ایک آنکھ نہ بھائی! تقدیر نے حادثات سے چغلی کھائی اور اس بھوت کے آگے کچھ نہ بن آئی۔

"میں تمہارے لئے توبتہ النصوح لایا ہوں۔!" عمران آبدیدہ ہو کر بولا۔

"شکریہ.... شکریہ.... جناب.... پڑھنے کو کچھ بھی نہیں رہا۔!"

"یہ لو....! لیکن خیال رہے کہ دس پیسے یومیہ کے حساب سے اس کا کرایہ جائے گا۔!"

"تو کیا یہاں کتابیں کرائے پر بھی ملتی ہیں۔ !"

"قدم قدم پر.... ہر گلی کے موڑ پر.... تمہیں کسی نہ کسی لائبریری کا بورڈ ضرور نظر آئے گا۔ بہر حال آج ہی ختم کر لی تو دس پیسوں ہی پر ٹل جائے گی۔ !"

"یہ تو بڑا اچھا بزنس ہے.... اب میں غالب کمر بند والی اسکیم ڈراپ کر دوں گا۔ خوب! کرائے کی لائبریری.... ونڈر فل۔ !"

عمران کے استفسار پر وہ اُسے غالب کمر بند کے بارے میں بتانے لگا۔

"گھبراؤ نہیں.... تمہیں بھی پالوں گا۔ !" عمران سر ہلا کر بولا تھا۔

◆

ایئرپورٹ پر رینا کی روانگی کا منظر متاثر کن تھا۔

اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پاس ہی جرمی ڈکسن پادری فرڈی ننڈ کے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔

دفعتاً وہ پرنس عبدالمنان سے بولی۔ "تم فرشتے ہو.... بے غرض نیکی کرنے والے.... زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی۔ اس بات کی خوشی ہے کہ روشی ایک دم بدل گئی اس نے میری دلجوئی کی ہے۔ میں اس کا احسان بھی کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم دونوں بہت یاد آؤ گے۔ کبھی تم دونوں میرے ملک میں بھی آؤ۔ حالانکہ ہم لوگ مالدار نہیں ہیں پھر بھی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ !"

"ہم ضرور آئیں گے.... !" عبدالمنان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "جیری کی طرف سے تم بالکل مطمئن رہنا.... اسے کوئی تکلیف نہ ہو گی اور بہت جلد بحفاظت تم تک پہنچ جائے گا۔ !"

رینا کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور وہ انہیں پھیلا پھیلا کر آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔ !

(ختم شد)